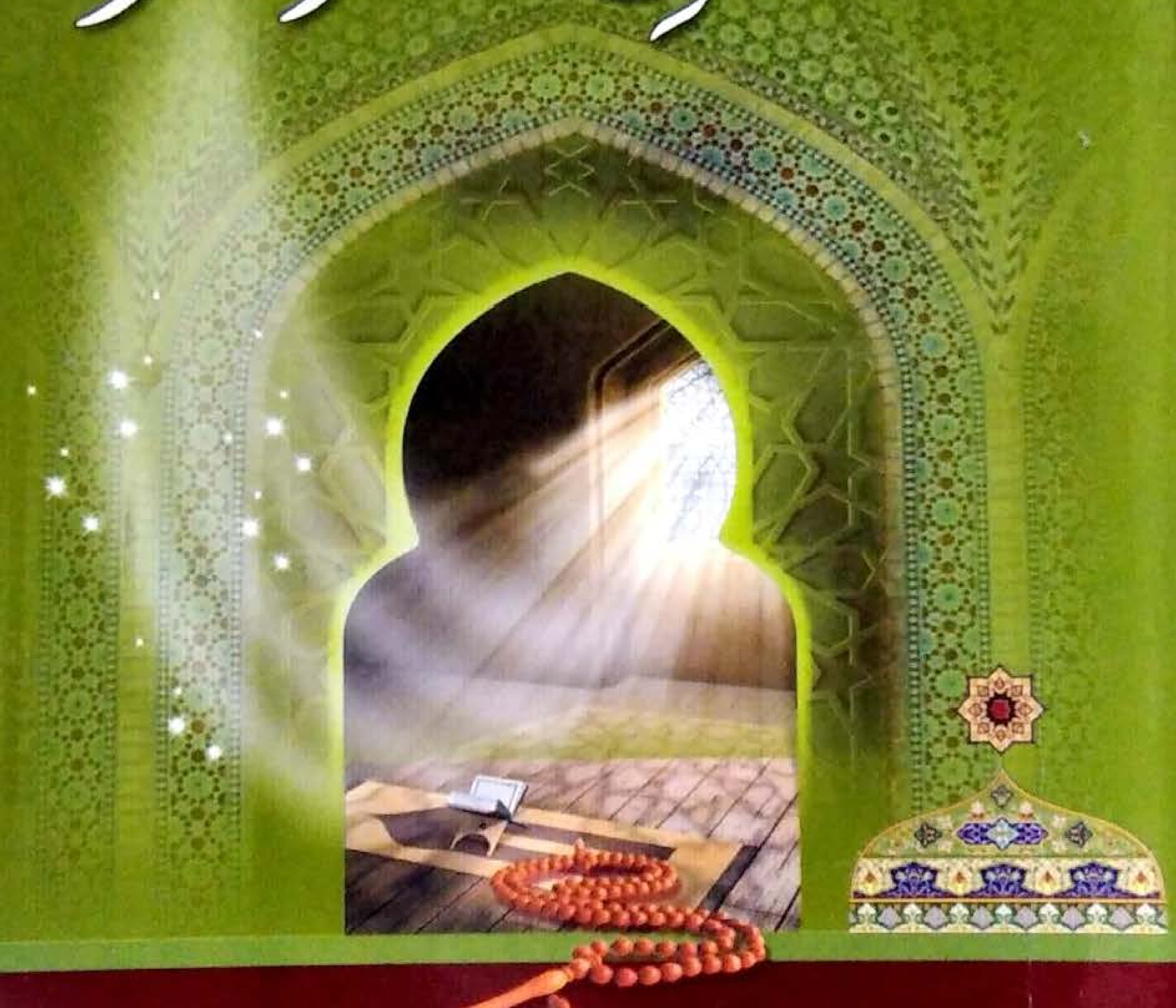
اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ (یونس: ٦٢)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم

بزرگانِ امرتسر



مؤلف

خلیل احمد رانا

دار الفیض گنج بخش

لاہور

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر،
اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو

بزرگانِ امرتسر

مؤلف

خلیل احمد رانا

دارالفیض گنج بخش

لاہور

سلسلۂ اشاعت نمبر ۷۰

نام کتاب	:	بزرگانِ امرتسر
مرتب	:	خلیل احمد رانا
طبع اوّل	:	ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ/نومبر ۲۰۲۰ء
تعداد	:	۱۱۰۰
صفحات	:	۱۲۸
ہدیہ	:	ایصالِ ثواب اُمتِ رسول ﷺ

دارالفیض گنج بخش

ملنے کے پتے

۵۵۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری روڈ، ریلوے روڈ (گوالمنڈی) لاہور

0321-4148064,0300-4009874

حکیم محمد سلیم مرتضائی، مرتضائی دواخانہ بالمقابل گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سرگودھا روڈ، فیصل آباد

بیاد

حضرت شیخ سید علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز جنہوں نے برصغیر ہند میں ۱۰۴۱ تا ۱۰۷۱ عیسوی میں اسلامی تعلیمات کو پھیلایا۔ ان کا در فیض آج بھی کھلا ہوا ہے۔ نیاز مندان داتا گنج بخش اپنے دامن میں گوہر مراد بھر کر لے جاتے ہیں اور اپنی زبان قال و حال سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما



بفیضانِ نظر

لاہور کے مستور الحال درویش حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے عشق رسول کا علم تھامے رکھا، محبت رسول کی شمع کو روشن رکھا، فکر رضا کو ایک عالمی تحریک بنایا، کتب کی خوشبو کو پھیلا کر علم و عرفان کو عوام و خواص تک پہنچایا۔ فیض موسوی آج بھی جاری ہے۔ تلاش و جستجو کے متوالے ان کے مخزن علم سے برابر مستفید ہو رہے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اعزاز

یہ کتاب حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
کے اکیسویں سالانہ عرس مبارک
ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ
کے موقع پر تقسیم کی جارہی ہے

انتساب

بحضور

جرنیلِ اسلام، کاتبِ وحی، خالُ المسلمین، فاتحِ قبرص،

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، صحابیٔ رسول،

حضرت سیّدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم

جنہوں نے یہودیت وعیسائیت کو چاروں خانے چت کر دیا

اور

اسلام کا پیغام چاردانگ عالم میں پھیلا دیا

فہرست.....بزرگانِ امرتسر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وسلم

غالباً دسمبر ۱۹۹۴ء کی بات ہے، راقم الحروف حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے مطب واقع ریلوے روڈ گوالمنڈی لاہور حاضر ہوا، دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا کہ علمائے امرتسر پر میں نے کسی زمانے میں چند مضامین لکھے تھے جو کہ راولپنڈی کے ماہنامہ ''فیض الاسلام'' میں قسط وار شائع ہوئے تھے، میں نے اس میں کچھ ترامیم بھی کرنی تھیں، لیکن وقت نہ ملا، تم اس موضوع پر کچھ لکھو، لیکن اس کا نام علمائے امرتسر نہ رکھنا کیونکہ تم اس کو نبھا نہ سکو گے، بلکہ اس کا نام ''بزرگان امرتسر'' رکھنا، راقم الحروف نے وعدہ کیا کہ ضرور لکھوں گا، آپ نے اس سلسلہ میں راقم کو کئی کتابیں اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائیں، جن میں ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' از پروفیسر محمد سلیم چودھری، مطبوعہ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور، اشاعت اوّل جون ۱۹۹۶ء، اس پر آپ کے دستخط کے ساتھ تاریخ ۹رجنوری ۱۹۹۷ء درج ہے، ایک کتاب ''وفیات مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور بھی اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائی، علاوہ ازیں شیخ لطیف احمد (کامونکی منڈی ضلع گوجرانوالہ) سے شیخ مستقیم قادری امرتسری کے حالات لکھوا کر عنایت فرمائے، اور مولانا احمد حسن گوجرانوالہ سے مولانا غلام رسول موچھلاں والے کے حالات بھی لکھوائے، کئی ایک پرانے خطوط مثلاً آغا خلش کاشمیری امرتسری، حکیم عرشی امرتسری کے ارسال فرمائے، مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے متعلق بہت سا مواد عنایت فرمایا، ۱۹۹۹ء میں حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا، اَب ۲۰۱۸ء میں کچھ فرصت ملی، جو مواد مل سکا درج ذیل ہے، اللہ کریم عزوجل بطفیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول فرمائے۔

مفکر و مصور "بزرگانِ امرتسر"

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا شمار لاہور کے ان اَساطین میں ہوتا ہے جو طب کے مقدس پیشہ سے وابستہ ہونے کے باوجود علمی وادبی اور دینی حلقوں کے لیے شمع محفل کا مقام رکھتے تھے۔ یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، ساؤتھ افریقہ یا سارک (SAARC) ممالک کا کوئی محقق تحریک آزادیٔ ہند، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، خاکسار تحریک، تحریک ہجرت، تحریک خلافت یا دیوبند و بریلی کے باہمی مناقشات پر تحقیق کرنا چاہتا تو پورے پاکستان کے اہل نظر اسے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے ریلوے روڈ پر واقع مطب کا پتہ ہی بتاتے۔

اَسّی (۱۹۸۰) کی دہائی میں جب راقم نے شعور کی آنکھ کھولی تو حکیم صاحب کا نام لاہور کے سنجیدہ حلقوں میں اسی احترام سے لیا جاتا جیسے کسی بھی نبّاض قوم کا نام لیا جانا چاہئے۔ میاں جمیل احمد شرق پور سے چلتے تو ان کی منزل مطب حکیم موسیٰ امرتسری ہوتی...... مولانا عبدالحق ظفر چشتی مصطفی آباد سے شہر کی طرف رُخ کرتے تو ان کی پہلی منزل مطب موسیٰ...... پیرزادہ اقبال احمد فاروقی اپنے کسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تو تیز قدمی سے چلتے ہوئے مطب موسیٰ پہنچ جاتے۔ لاہور کے معروف علماء و اساتذہ اور وکلاء اپنے عمومی امراض کے علاج کے لیے حکیم صاحب سے ہی رجوع کرتے۔

راقم ۹۵۔۱۹۹۴ء کے دوران "قسم اللغة العربیه" جامعہ پنجاب کا طالب علم تھا۔ ایک دن استاد پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اپنی کلاس پڑھانے تشریف نہیں لائے تو راقم کلاس کے نمائندے کی حیثیت سے یاددہانی کے لیے صدر شعبہ کے دفتر میں حاضر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب تشریف فرما تھے۔ اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا تو فرمایا: حافظ

صاحب! اچھا ہوا آپ خود ہی چلے آئے۔ میں آپ کو بلوانے ہی والا تھا۔

عرض کیا: حکم کیجیے۔

فرمایا: میرا گلا خراب ہے اس لیے آپ کی کلاس نہیں پڑھا سکتا۔

عرض کیا: کوئی بات نہیں۔

فرمایا: کبھی ریلوے روڈ گئے ہو؟

عرض کیا: جی ہاں۔

فرمایا: وہاں حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا مطب ہے' جا کر انہیں میرا اسلام عرض کرو اور بتاؤ کہ گلا خراب ہے۔

راقم نے موٹر سائیکل نکالی اور ایک ہم سبق کو ساتھ بٹھا کر حکیم صاحب کے مطب پہنچ گیا۔ ایک فقیر منش سادہ کپڑوں میں ملبوس بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ بتایا گیا کہ یہ حکیم صاحب ہیں۔ مدعا بیان کیا تو ہم دونوں ساتھیوں کی مشروب سے تواضع کی گئی۔ ادویات کے پیکٹ کے ساتھ کتب کا ایک پیکٹ بھی عطا کیا گیا۔ جب ہم مشروب نوش کر رہے تھے تو لکھنے پڑھنے کے حوالے سے کوئی بات ہوئی تو فرمایا:

''علم کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے: بیان یا تحریر کے ذریعے۔ بیان کے لیے تو ہمارے پاس علماء بے شمار ہیں۔ اس وقت لکھنے والے علماء کی ضرورت ہے۔ یونیورسٹی کے اسکالرز کی زندگی میں تحریر کی وہی حیثیت ہے جو ایک زندہ وجود کے لیے سانس کی ہے۔ یونیورسٹی کے اسکالرز تو لکھے بغیر جی بھی نہیں سکتے' اس لیے آپ دونوں میری باتوں پر غور ضرور کرنا''۔

اُن دنوں جوانی اور نادانی دونوں عروج پر تھیں اس لیے توجہ مشروب اور پیکٹس تک ہی محدود رہی۔

یہ ۱۹۹۴ء کے موسم گرما کا ذکر تھا' گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد موسم سرما جب اپنے جوبن پر پہنچا تو ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ایک دن دیر سے یونیورسٹی تشریف لائے۔ تایا خورشید (ڈاکٹر ظہور احمد کے خادم خاص) کے ذریعے حکم پہنچا کہ حافظ خورشید کو ڈاکٹر صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ حاضر ہوا تو سانس میں دشواری' گلے کی خرابی اور سر درد کی شکایت بتا کر

مطب حکیم موسیٰ جانے کا حکم ہوا۔ حالاں کہ سات آٹھ ماہ کے بعد ملاقات ہوئی لیکن حکیم صاحب نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور خود ہی ڈاکٹر ظہور صاحب کی صحت سے متعلق دریافت فرمایا۔ تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا۔ فرمایا:

''سرد موسم اور ہوائی آلودگی نے مرض کی شدت میں اضافہ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے کہیں کہ کچھ دن تقریر سے پرہیز اور تحریر پر زور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا''۔

چائے کا آخری گھونٹ لیا تو دوائی بن کر آ گئی۔ دوائی کے ساتھ ''جہان رضا'' کے کچھ شمارے راقم کو عطا فرما کر یوں گویا ہوئے:

''اگرچہ حافظ صاحب آپ کا گلا خراب نہیں ہے اور آپ دوائی لینے بھی نہیں آئے لیکن بہ طور طبیب میرے نزدیک آپ کی دوائی ان رسائل کا مطالعہ ہے البتہ پرہیز آپ کے لیے بھی وہی ہے جو میں نے آپ کے استاد محترم کے لیے تجویز کیا ہے یعنی تقریر سے پرہیز اور تحریر پر زور''۔

ایم اے سال اول اپنی تیز رفتاری کے ساتھ گذر گیا۔ سال دوم میں جب مقالہ لکھنے کا مرحلہ آیا تو پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب (م ۲۰۱۳ء) نے حکیم صاحب کے پاس حاضری کے لیے کہا۔ ایک روز سواری کا رُخ مطب حکیم موسیٰ کی طرف کر دیا۔ حاضری کا مقصد بیان کیا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا: ''ایک عرصہ سے علامہ نبی بخش حلوائی کا ذخیرۂ کتب اُس محقق کے انتظار میں ہے جو موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر سکے۔'' راقم نے اپنی علمی کم مائیگی اور مادی بے سروسامانی کا ذکر کیا تو فرمایا: اس کی آپ فکر نہ کریں جن ہستیوں کے صدقہ آپ کا انتخاب ہوا ہے' ذرائع و وسائل کی فراہمی اب ان کی ذمہ داری ہے۔ عرض کیا کہ علامہ حلوائی کی وفات ۱۹۴۴ء کی ہے ان کے حوالہ سے معلومات کی عدم دست یابی سے سوا یہ مسئلہ ہے کہ ان کے اساتذہ سے متعلق حقائق تک رسائی کیسے حاصل کی جائے۔ علمائے لاہور' علمائے پنجاب اور علمائے اہل سنت کے حوالے سے کچھ کتب کی طرف اشارہ کر کے آپ نے نزہۃ الخواطر اور الیواقیت المھریۃ کا نام لیا۔ پھر تشریف لے گئے' واپس آئے تو ''نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر'' (مولفہ عبدالحئی لکھنوی) کی جلد اول اُن کے ہاتھ میں تھی۔ عنایت فرماتے ہوئے کاندھے پر تھپکی دی اور کہا: اس کا مطالعہ آپ کے لیے

آسانیاں پیدا کرے گا اس کی باقی جلدیں اور ''الیواقیت الطھریۃ'' آپ کو کلیہ شرقیہ کی لائبریری سے مل جائیں گی۔ بعد ازاں مشاہیر کے حالات اور سنین پیدائش و وفات کے حوالے سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی یہ عطائیں راقم کے لیے سب سے بڑا مرجع بنی رہیں۔

''بزرگانِ امرتسر'' کے مؤلف خلیل احمد رانا صاحب کا حکیم صاحب سے تعلق ربع صدی (۱۹۷۴-۱۹۹۹ء) پر محیط ہے۔ اس دوران حکیم صاحب کی شفقتوں کا بادل ان پر پیہم برستا رہا۔ اس بارانِ رحمت و شفقت کی آخری چھینٹ ''بزرگانِ امرتسر'' ہے جس کی ٹھنڈک، طہارت اور خوشبو سے اب ہر قاری لطف اندوز ہوگا۔

مولف ''بزرگانِ امرتسر''
خلیل احمد رانا

مؤلف کتب کثیرہ جناب خلیل احمد رانا ۔ ۸ فروری ۱۹۵۰ء کو حکیم خواج محمد رانا کے ہاں جہانیاں منڈی ضلع خانیوال میں پیدا ہوئے ۔ میٹرک کی سند ۱۹۶۶ء میں حاصل کرنے کے بعد کھیتی باڑی سے وابستہ ہو گئے ۔ عملی زندگی میں قدم رکھا تو ایک رہبر کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ اس طرح ۱۹۶۸ء میں سید محمد علی شاہ بخاری (کرماں والی سرکار) کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا ۔ بعد ازاں ایک دوست کے ذریعے خط کے وسیلہ سے شیخ فضل الرحمن قادری مدنی سے بھی شرف بیعت حاصل کیا ۔ آپ کی سب سے ضخیم اور سب سے مقبول کاوش ''انوار قطب مدینہ'' ہے ۔ آپ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ماہر رضویات کے طرز تحقیق و تحریر سے بہت متاثر ہیں ۔ کمپیوٹر کمپوزنگ سے پہلے آپ کی تحریروں کے کاتب حاجی محمد صدیق فانی مرحوم تھے ۔ مرکزی مجلس رضا کی مطبوعات حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے تعارف کا باعث بنیں ۔ شوق ملاقات ۱۹۷۴ء میں جہانیاں سے لاہور لے آیا ۔ حکیم صاحب اسی محبت ' شفقت اور احترام سے ملے کہ جو کسی پیرزادے ' پروفیسر یا صاحب ثروت فرد کے لیے ہو سکتے تھے ۔

رانا صاحب ' قبلہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے ملاقاتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ سے پہلی ملاقات

دسمبر ۱۹۷۴ء کے آخری دنوں میں راقم الحروف محلہ اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور میں اپنے ایک ہم وطن دوست کے پاس چند دن کے لیے قیام پذیر تھا ' ایک دن شام چار بجے کے قریب ''مکتبہ نبویہ'' گنج بخش روڈ پر کھڑا کتابیں دیکھ رہا تھا کہ دو امریکی نوجوان مکتبہ پر آئے ' ان میں سے ایک نے مکتبہ والوں سے ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان میں کہا کہ ہمیں

تحریکِ پاکستان میں علماء کے کردار سے متعلق کوئی کتاب دیں، مکتبہ والوں نے کہا کہ فی الحال اس موضوع پر ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں، آپ اس سلسلہ میں تحقیق کے لیے ریلوے روڈ پر حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب سے ملیں۔

راقم نے قبلہ حکیم محمد موسیٰ چشتی نظامی قادری ضیائی علیہ الرحمہ کے علم و فضل اور فقیر دوستی کے متعلق چند دوستوں سے سن رکھا تھا، چنانچہ آپ کا نام سنتے ہی میں نے ان امریکن سے کہا کہ میں آپ کو حکیم صاحب کے مطب پر لیے چلتا ہوں، راقم آپ سے پہلے کبھی نہ ملا تھا اور نہ ہی آپ کا مطب دیکھا تھا، لاہور کے راستوں سے بھی واقف نہ تھا، مکتبہ والوں سے حضرت کے مطب کا راستہ پوچھا اور ایک تانگے والے کو پتا بتایا، تانگہ میں بیٹھ کر راستہ میں راقم نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ان کے نام پوچھے، ایک امریکی نوجوان نے اپنا نام ''جیرالڈ'' بتایا اور دوسرے نے ''ڈیوڈ'' بتایا، جیرالڈ تھوڑی تھوڑی اُردو بولتا اور سمجھتا تھا، یہ دونوں غالباً امریکہ میں کیلیفورنیا یونیورسٹی کے طالب علم تھے اور اپنے مقالے کی تحقیق کے لیے پاکستان آئے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں ہم گوالمنڈی چوک سے ہوتے ہوئے حکیم صاحب قبلہ کے مطب پر پہنچ گئے، راقم نے اپنا تعارف کرایا اور دونوں امریکن کے متعلق بتایا کہ یہ اس مقصد کے لیے پاکستان میں تحقیق کرنے آئے ہیں، آپ مسکرائے، خیریت پوچھی، بٹھایا اور چائے سے تواضع فرمائی، پھر الماری سے ایک کتاب نکال کر اس میں سے ایک باب دکھایا، جس میں امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کا تحریکِ پاکستان کے حوالے سے تاریخی کردار تحریر تھا، اس کے علاوہ دوسرے علماء و مشائخ اہلِ سنت کے متعلق بتایا جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا، پھر آپ نے علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۵۴ء مدفون بقیع شریف مدینہ منورہ) کی ایک انگریزی کتاب الماری سے نکال کر انہیں دی، چند لمحے بیٹھنے کے بعد ہم اجازت لے کر چلے آئے، حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔

پھر کبھی سال چھ مہینے میں لاہور جانا ہوتا تو حکیم صاحب قبلہ سے ضرور ملاقات ہوتی، ان ملاقاتوں میں آپ سے علمی گفتگو بھی ہوتی، اس دوران آپ نے کئی ایک اہم کتابیں

اپنے دستخطوں کے ساتھ احقر کو عنایت فرمائیں۔

ایک مرتبہ آپ نے احقر کو دُعائے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (**بسم اللہ علی نفسی ودینی بسم اللہ علی اھلہ ومالی وولدی**...... الخ) پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ دُعا میرے شیخ فرید العصر میاں علی محمد خاں بسی شریف (ضلع ہوشیار پور انڈیا۔ مدفون پاک پتن شریف) والوں نے مجھے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

حکیم صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے احقر کو فرمایا کہ تم ایک مرتبہ صبح اور ایک مرتبہ شام کو پڑھ لیا کرو اور فرمایا کہ حضرت بسی شریف والے اسے چھپوا کر تقسیم فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ فوجی جوانوں کو اسے ضرور پڑھنا چاہیے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہیں گے، الحمد للہ احقر اسے دُعا کو روزانہ پڑھتا ہے۔

(دُعائے انس کی ایک شرح حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے، جو کہ ''اخبار الاخیار'' فارسی، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ کے حاشیہ صفحہ ۲۹۱ پر بنام ''استیناس انوار القبس بشرح دُعائے انس'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔)

یہ دعا مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خادم ہیں، بچپن ہی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں گھر کے کام کرنے پر مامور ہو گئے تھے، آپ نے دس سال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی والدہ ماجدہ کے التماس کرنے پر ان کو دنیا و آخرت کی دعائے خیر سے مخصوص و مشرف فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سے ان کی عمر اور مال اور اولاد میں برکت عطا فرمائی، سو سال سے زائد ان کی عمر ہوئی اور سو کی تعداد تک ان کی اولاد ہوئی، تہتر بیٹے اور پوتے اور باقی بیٹیاں، ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا، یہ تو دنیا کی برکتیں ہیں اور آخرت کی برکتوں کے متعلق کیا کہہ سکتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جمع الجوامع'' میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ ابو شیخ کتابِ ثواب میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حجاج نے حکم دیا کہ چار سو مختلف قسم کے گھوڑے ان کو دکھاؤ، حجاج بن یوسف، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہنے لگا کہ کیا تو نے دیکھا ہے کہ تیرے صاحب یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایسے گھوڑے اور دیگر اسباب دولت وثروت موجود تھا؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! یقیناً میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس سے بہتر چیزیں دیکھیں ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آدمی تین طرح کے گھوڑے رکھتے ہیں، ایک قسم تو وہ ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے اور دشمن دین کی گوشمالی کے لیے ان کو رکھا جاتا ہے، ان گھوڑوں کی لید، پیشاب، گوشت و پوست اور خون کو قیامت کے روز ترازو میں تولا جائے گا، دوسری قسم کے وہ گھوڑے ہیں جن کو اپنی ضرورتوں کے لیے رکھا جاتا ہے اور بوقت حاجت ان پر سوار ہوتے ہیں، تیسری قسم کے وہ گھوڑے ہیں جن کو نمود و نمائش کے لیے رکھا جاتا ہے تاکہ لوگ دیکھیں اور کہیں کہ فلاں کے پاس اتنے گھوڑے ہیں، جو شخص اس نیت سے گھوڑے رکھتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اے حجاج! تیرے گھوڑے اسی قبیل سے ہیں، اس بات کے سننے سے حجاج بن یوسف نہایت ناراض ہوا اور کہا کہ اے انس! اگر تو نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت نہ کی ہوتی اور امیر المومنین عبدالملک بن مروان کا خط تمھاری سفارش میں نہ آیا ہوتا کہ اس میں تمھارے حالات کی رعایت کے بارے میں لکھا ہے تو تمھارے ساتھ میں وہ کرتا جو چاہتا۔

حضرت انس نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! تو ہرگز میرے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا اور میری جانب بُری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا، بلاشبہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چند کلمات کو سُن رکھا ہے، میں ہمیشہ ان کلمات کی پناہ میں ہوں اور ان کلمات کے طفیل میں کسی بادشاہ کے غلبہ اور شیطان کی برائی سے نہیں ڈرتا، حجاج یہ کلمات سُن کر ہیبت سے خوف زدہ ہوا اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر کہا: اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے سکھا دے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! وہ کلمات میں تجھے ہرگز نہ سکھاؤں گا کیونکہ تو اس کا اہل نہیں۔

جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کا وقت آیا تو آپ کے خادم حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر فریاد کی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابان کیا چاہتا ہے؟ عرض کی: حضور وہ کلمات جن کو حجاج آپ سے سیکھنا چاہتا تھا اور آپ نے اس کو نہیں سکھائے، فرمایا ہاں میں تجھ کو وہ کلمات سکھاؤں گا، تو ان کا

اہل ہے اور فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس برس خدمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اس حالت میں کہ مجھ سے خوش تھے، اے ابان! تو نے بھی میری دس برس خدمت کی ہے اور میں اب دنیا سے کوچ کر رہا ہوں اس حالت میں کہ میں تجھ سے خوش ہوں، تو صبح شام ان کلمات کو پڑھا کر، اللہ تعالیٰ تجھے ہر آفت سے حفاظت میں رکھے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دُعا کی شرح بھی لکھی ہے، جس کا نام ''استیناس الانوار القبس فی شرح دعاء انس'' ہے ''مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' فارسی کے حواشی میں یہ شرح درج ہے، عرصہ ہوا نوری کتب خانہ اسلام گنج لاہور نے اس شرح کو مولانا عبدالرّیان محمد رمضان فاضل حزب الاحناف کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا، اب نایاب ہے۔

دعائے انس

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِیْ وَمَالِیْ وَ وَلَدِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیَ اللّٰهُ اللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَعَزُّ وَ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَ جَلَّ ثَنَاءُكَ وَ لَا اِلٰهَ غَیْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ وَّ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِنَّ وَلِیَّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔

اکتوبر ۱۹۸۱ء میں حضرت حکیم صاحب قبلہ کا ایک خط آیا:

۷۸۶

۹۲

محترم المقام جناب خلیل احمد صاحب زید لطفہ

سلام مسنون!

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات نے حوصلہ مندی چھین لی ہے' میں تو ان ہی کی دعاؤں کے سہارے چل رہا تھا' آپ ان کے لیے محفل ایصال ثواب کسی مسجد میں منعقد کروائیں' آج ۴/ اکتوبر کے نوائے وقت لاہور میں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے حالات طبع ہوئے ہیں' آپ نے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے حالات پر کتاب لکھنی ہے' آپ مواد تلاش کریں' میں بھی ارسال کروں گا۔

مولانا محمد شفیع ابن مولانا احمد بخش صادق' خلیفہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ (ڈیرہ غازی خاں) کا خط بھیج رہا ہوں' آپ خود ڈیرہ غازی خاں تشریف لے جائیں اور تمام خطوط امام احمد رضا اور نوادر خرید لیں' رقم مرکزی مجلس رضا ادا کرے گی ان شاء اللہ تعالیٰ' یہ بہت اہم کام ہے' وقت نہ گزر جائے۔ (اب یہ نوادر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے پاس ہیں۔ (خلیل احمد)

ہندوستان کے سب سے بڑے عربی کے ادیب اور مورخ ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے مجھے لکھا ہے کہ میں خطوط اعلیٰ حضرت مرتب کر رہا ہوں' آپ مزید خط مہیا کرنے کے علاوہ اس مجموعے کو بھی طبع کرالیں' میں نے حامی بھر لی ہے' سو آپ ان مولانا صاحب سے جلد از جلد خطوط حاصل کریں اور علامہ اقبال کے خطوط بھی۔

والسلام

محمد موسیٰ عفی عنہ

جب حضرت شیخ ضیاء الدین احمد القادری المدنی قدس سرہٗ کے حالات پر کتاب ''انوار قطب مدینہ'' مرتب ہوئی تو حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ نے اس کتاب کے پیش

لفظ "سخنان چند" کے آخر میں لکھا:

"پیش نظر کتاب "انوار قطب مدینہ" کو مرتب کرنے کی سعادت میرے محترم جناب خلیل احمد رانا صاحب جہانیاں منڈی کو حاصل ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں اس عظیم خدمت پر انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں...... ان کے ذکر جمیل سے بھی قارئین کو ایک طرح کی روحانی وابدی مسرت اور اطمینان قلب نصیب ہوگا' ان شاء اللہ العزیز۔

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

خاک راہ درمنداں

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور۔ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

احقر تقریباً دو سال مرکزی مجلس رضا لاہور کا سینئر نائب صدر بھی رہا۔

غالباً مئی ۱۹۸۹ء کے پہلے ہفتے میں راقم' حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کی کہ احقر کو دُرود شریف کے مشہور مجموعہ "دلائل الخیرات شریف" پڑھنے کی اجازت عطا فرمائیں' آپ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے دلائل الخیرات شریف پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی اور فرمایا کہ ایک دن مکمل دلائل الخیرات شریف پڑھ لو پھر روزانہ ایک حزب پڑھ لیا کرو' اور فرمایا کہ مجھے مشائخ مدینہ منورہ سے دلائل الخیرات شریف پڑھنے کی اجازت ہے' جن میں شیخ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی قدس سرہٗ' شیخ محمد حسین رمزی الیمنی المدنی قدس سرہٗ' شیخ محمد ھاشم شقرون المدنی قدس سرہٗ اور شیخ علی محمد خاں چشتی نظامی بسی شریف والے قدس سرہٗ سے بھی اجازت ہے' پھر آپ نے فرمایا: شیخ محمد حسین رمزی الیمنی المدنی قدس سرہٗ نے مجھے اس طرح اجازت نہیں دی تھی' جس طرح میں نے تمہیں اجازت دی ہے' بلکہ وہ مکمل دلائل الخیرات شریف سن کر اجازت عطا فرماتے تھے' چنانچہ ۱۹۷۳ء میں جب مَیں حج کے دنوں میں مدینہ منورہ حاضر ہوا' تو میں اور میاں جمیل احمد شرقپوری' حضرت رمزی علیہ الرحمہ کے پاس روزانہ حاضر ہوتے اور

دلائل الخیرات شریف سناتے، پھر انہوں نے اجازت عطا فرمائی تھی، آپ نے فرمایا کہ وہاں مدینہ منورہ میں ہمارے پاس دلائل الخیرات شریف کا نسخہ نہیں تھا، ہم بازار میں ایک مکتبہ پر گئے اور دلائل الخیرات شریف کا نسخہ طلب کیا، اس مکتبہ کا مالک کہنے لگا کہ میرے پاس نہیں ہے اور ساتھ کہا کہ دلائل الخیرات یا دلائل الخرفات؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ الفاظ سن کر دل کو بہت رنج ہوا، خیر ہم چلے آئے اور شیخ ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: جس وقت اُس نے یہ الفاظ کہے وہ اسی وقت ایمان سے خارج ہو گیا، اللہ کریم گستاخی سے بچائے اور ادب کی توفیق دے۔ آمین۔

حکیم اہل سنت علیہ الرحمہ سے آخری ملاقات

احقر ۴؍نومبر ۱۹۹۹ء کو ایک دوست کی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں مرکز اولیاء لاہور گیا ہوا تھا، شادی کی مصروفیات سے فارغ ہو کر اگلے دن صبح تقریباً نو بجے حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ/ ۱۷ نومبر ۱۹۹۹ء) کی خدمت میں آپ کے مطب واقع ریلوے روڈ گوالمنڈی پر حاضر ہوا، آپ بڑی شفقت و محبت سے ملے، خیریت دریافت فرمائی اور اس ناکارہ کو اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لیے فرمایا، تھوڑی دیر بعد احقر کو ایک کتاب "شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری" مؤلفہ پروفیسر چوہدری محمد سلیم، مطبوعہ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶ء اپنے دستخط فرما کر تحفۃً عنایت فرمائی، کتاب کے چند ورق آپس میں جڑے ہوئے تھے، احقر انہیں ہاتھ سے پھاڑ کر علیحدہ کرنے لگا، آپ نے دیکھ کر اپنے خادم خاص برادرم محمد ریاض ہمایوں سعیدی سلمہ، کو فرمایا ہمایوں! رانا کو کوئی چاقو وغیرہ دو، یہ کتاب خراب کر رہا ہے، پھر احقر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اس طرح کتاب کے ورق پھٹ جاتے ہیں اور کتاب کا حُسن متاثر ہوتا ہے، یہ کتاب کے آداب کے خلاف ہے، میں آپ کی حساس طبیعت سے بہت متاثر ہوا۔

کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ حضور میرے بڑے بھائی کو دل کی تکلیف رہتی ہے ان کے لیے کوئی دوا تجویز فرما دیں، آپ نے میری بات سن کر ایک کاغذ کی چٹ پر کچھ لکھ کر مجھے دیا، میں نے پڑھا تو اس پر "سونف" لکھا ہوا تھا، میں نے عرض کیا: حضور یہ تو صرف سونف ہی کھانے کے لیے لکھی ہے، آپ نے فرمایا: تم سونف کو کیا سمجھتے ہو؟ سونف کو جب

چبایا جائے تو اس میں جو ہلکی کرواہٹ محسوس ہوتی ہے، خون کو پتلا کرنے کے لیے اس سے بہتر ایسڈ دنیا نے آج تک ایجاد نہیں کیا، خون پتلا ہو گیا تو دل کی بیماری ختم۔

پھر فرمایا آج کل مسائل کا دور ہے، کسی کو گھریلو پریشانی ہے، کسی کو مالی پریشانی ہے، رشتہ داریوں کے جھگڑے ہیں ملازمت کے مسائل ہیں، تو جب انسان سوچ اور فکر میں ہوتا ہے تو معدہ پر اثر پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے خون گاڑھا ہوتا رہتا ہے، پھر جب آدمی کو کسی وقت کسی بات پر غصہ آتا ہے تو بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے، اس کی وجہ سے خون تیز دوڑنے کا تقاضا (ڈیمانڈ) کرتا ہے، لیکن خون تو گاڑھا ہو چکا ہوتا ہے، اس لیے خون تیز نہ دوڑنے کی وجہ سے انسان دل کی تکلیف محسوس کرتا ہے، اسی کو دل کا دورہ اور ہارٹ اٹیک کہتے ہیں، تو جب آپ خون کو پتلا رکھیں گے تو دل کی تکلیف اللہ تعالیٰ دُور فرما دے گا۔

احقر نے پوچھا حضور! سونف کا استعمال کتنے دن تک کیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: سونف کھانے کا کیا ہے، چاہے ساری عمر کھاتے رہو، یہ آنکھ کی بینائی اور معدہ کے لیے اچھی ہے، احقر نے بعد میں اپنے دو تین ایم بی بی ایس ڈاکٹرز دوستوں کو یہ بات بتائی تو انہوں نے حضرت حکیم اہل سنت علیہ الرحمہ کی بات کی تصدیق کی اور اسے درست بتایا۔

ایک بات میں نے اور عرض کی کہ حضور بعض بچیوں کی چھوٹی عمر میں نظر کمزور ہونے کے باعث عینک لگ جاتی ہے، ان کے رشتے طے کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ بچی کو تو عینک لگی ہوئی ہے، ہمارے معاشرے میں تعلیم کی کمی کی وجہ سے جہالت کا زور زیادہ ہے، اس میں بچی کا کیا قصور ہے، اس جہالت کی وجہ سے بے چاری گھر بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہیں، اس کے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

تقویت بینائی کے لیے آپ نے درج ذیل نسخہ لکھ کر احقر کو عنایت فرمایا:

هوالشافی

سونف کے چاول..... ۱۵ تولہ (سونف کو تھوڑا سا کوٹ لیں تو اس کے چاول نکل آتے ہیں)

دھنیا کے چاول..... ۵ تولہ (اسی طرح دھنیا کو تھوڑا سا کوٹ لیں تو چاول نکل آتے ہیں)

چینی ۱۵ر تولہ

مغز بادام ۱۵ر تولہ

مقدار خوراک ایک تولہ رات کو سوتے وقت پانی کے ساتھ۔

احقر اجازت لے کر چلا آیا' چند ہی دنوں بعد ۱۷ر نومبر ۱۹۹۹ء کو آپ کا وصال ہوگیا۔

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی سے رانا صاحب کی محبت کے ثبوت درج ذیل ہیں:

(۱) انوار قطب مدینہ

(۲) لمعات قطب مدینہ

(۳) تجلیات قطب مدینہ

تذکرہ وسوانح نویسی بھی رانا صاحب کا خاص میدان ہے۔ جیسے:

(۱) حیات شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

(۲) حالات ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری

(۳) مولانا غلام قادر چشتی اشرفی (لالہ موسیٰ)

(۴) حالات پروفیسر محمد الیاس برنی

(۵) حالات مولانا فضل احمد لدھیانوی

(۶) حالات نابغہ فلسطین شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی

(۷) تذکرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

(۸) حالات امام احمد صاوی مالکی مصری

(۹) امام احمد رضا اور علمائے شام

(۱۰) مسلک شیر ربانی میاں شیر محمد شرق پوری

(۱۱) سفرنامۂ ہند سے متعلق چند معروضات

(۱۲) نورانی میاں کی تبلیغی مصروفیات

(۱۳) امام ابوحنیفہ اور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ

(۱۴) حضرت داتا گنج بخش کی امام اعظم سے عقیدت

(۱۵) روشن راستہ

(۱۶) درودِ تاج اور داتا گنج بخش

(۱۷) انگوٹھے چومنے کی

بزرگوں کی کچھ اسناد حدیث کو بھی رانا صاحب کے زورِ قلم نے محققین کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ جیسے:

(۱) سند حدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی

(۲) سند حدیث امام احمد رضا خان بریلوی

مذکورہ بالا کے علاوہ اتنی ہی تعداد میں کتب اور کتابچے رانا صاحب کے قلم سے طبع ہو کر کتب خانوں کی زینت ہیں۔

ایک زندہ دل لکھاری کی طرح قلم برداشتہ کچھ مضامین ماہ نامہ جہان رضا (لاہور)' ماہ نامہ کاروان قمر (کراچی)' ماہ نامہ السعید (ملتان) اور سہ ماہی افکار رضا (ممبئ) کے صفحات کی زینت بھی بنتے رہے۔

رانا صاحب آج کل مولانا ضیاء الدین مدنی کے عرب شیوخ کے حوالے سے کام میں مشغول ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ تیس سے زائد تالیفات زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

کتاب ''بزرگانِ امرتسر'' پر ایک نظر

خلیل احمد رانا صاحب وہ بزرگ ہیں جو اپنے بزرگوں سے محبت کے اظہار میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۹ء تک برقرار رہنے والے اپنے تعلق کے حوالے سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے محبت کا اظہار یہی ہے کہ ان کے احسانات کا ذکر کیا جائے۔ ہمارے اساتذہ میں سے پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر سے پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان شاہ تک سب حکیم صاحب کے احسان مند ہیں۔ آپ نے کتاب کا نام ''بزرگانِ امرتسر'' تجویز کر کے خلیل احمد رانا صاحب پر بھی احسان ہی کیا ہے۔ رانا صاحب نے خود ذکر کیا کہ ایک کام کی طرف اشارہ کر کے حکیم صاحب کی عنایات دوچند' سہ چند نہیں بل کہ دہ چند ہو جایا کرتیں جیسے ''بزرگانِ امرتسر'' کی تجویز دے کر حکیم صاحب کی عنایات کا بادل کس طرح چھم چھم برسا۔ ملاحظہ ہو:

''آپ نے اس سلسلہ میں راقم کو کئی کتابیں اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائیں' جن میں ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' از پروفیسر محمد سلیم چودھری' مطبوعہ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور' اشاعت اوّل جون ۱۹۹۶ء' اس پر آپ کے دستخط کے ساتھ تاریخ ۹ جنوری ۱۹۹۷ء درج ہے' ایک کتاب ''وفیات مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور بھی اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائی' علاوہ ازیں شیخ لطیف احمد (کامونکی منڈی' ضلع گوجرانوالہ) سے شیخ مستقیم قادری امرتسری کے حالات لکھوا کر عنایت فرمائے' اور مولانا احمد حسن گوجرانوالہ سے مولانا غلام رسول موچھلاں والے کے حالات بھی لکھوائے' کئی ایک پرانے خطوط مثلاً آغا خلش کاشمیری امرتسری' حکیم عرشی امرتسری کے ارسال فرمائے' مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے متعلق بہت سا مواد عنایت فرمایا''۔

امرتسر کے حوالے سے دیگر کتب اور ''بزرگانِ امرتسر'' کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ ''

امرت سر" یعنی" آب حیات کے تالاب" کا ہر باسی دیگر خوبیوں کے ساتھ تیراکی میں بہت ماہر تھا۔ کسی کی تیراکی ادب میں، کسی کی شاعری میں، کوئی مذہب اور پاکیزہ ادب کی پہچان رکھتا ہے تو کوئی بے حجاب ادب کا علم بردار ہے، کوئی عربی ادب کا شناور ہے تو کوئی فارسی کو اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہے۔ پنجابی کی نیا کے کھیون ہار بھی ہر گلی میں آپ کو مل جائیں گے۔ طب، سیاست اور صحافت کے سنگھاسن پر بھی نہایت اعلیٰ ہستیاں براجمان نظر آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ امرتسر صرف ایک ضلع یا شہر کا نام نہیں بل کہ ایک مکمل تہذیب ہے۔

جس طرح انیس برس کی مدت کسی بھی نومولود کی بلوغت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی ہے اسی طرح ۱۹۹۹ء میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی وفات کے ٹھیک انیس برس بعد ۲۰۱۸ء میں "بزرگانِ امرتسر" کے نام کا بیج برگ و بار لے آیا اور کتاب اپنی ابتدائی صورت میں سامنے آ گئی۔

اُردو پچھلے چار سو سال سے ایک ترقی پذیر زبان ہے یہ زبان ہر دور میں نئے الفاظ و محاورات سامنے لاتی رہتی ہے۔ کتاب "بزرگانِ امرتسر" کے پہلے بزرگ سید برکت علی شاہ کے حالات میں ایک جملے نے خاص طور پر توجہ اپنی جانب مبذول کرائی کہ آپ کو "مرغن و مجرب اغذیہ سے نفرت تھی"۔۔۔اس میں اصطلاح "مجرب" عام طور پر اُردو میں نظر نہیں آتی۔

بابا کریم بخش قادری کے حالات میں ایک نمایاں بات دہلی سے پشاور تک آپ کی سیاحت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیر و سیاحت حصول علم کا ایک معتبر ذریعہ ہے۔ آپ کے علم لدنی کو سیر و سیاحت نے بھی چار چاند لگائے ہوں گے۔

بابا سخی بہادر شاہ کے عشق الٰہی کی کیفیت کو ظاہر کرنے کے لیے درج ذیل جملہ حقیقت حال کو جیسے ممثل کر دیتا ہے:

"آپ میں عشق کی حرارت اس قدر تاب افروز تھی کہ ہمیشہ صندل پانی میں گھس کر دماغ پر لیپ کیا کرتے"۔

سائیں لبھو شاہ کی بے نفسی اور عاجزی کو ظاہر کرنے کے لیے مؤلف نے جن الفاظ کا چناؤ کیا ہے اس سے حضرت لبھو شاہ مجسم ہو کر سامنے آ جاتے ہیں؛

''وہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود شاعری بھی کرنے لگے اور لوگوں کے لیے ہادی بن گئے' اس کے باوجود خود کو تادم آخر ''صفر'' کہتے اور سب کچھ اپنے پیر کا فیضان سمجھتے اور اس کا برملا اعلان کرتے رہے''۔

مولا شاہ سائیں ایسے بزرگ تھے جن پر ربّ العزت نے اپنی عنایات یوں نچھاور کیں۔ انبیاء اور رُسل کی ایک سنت سے اللہ تعالیٰ نے یوں آپ کو نوازا کہ بقول رانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

''عملی زندگی میں آپ نے کچھ عرصہ آجڑی کا کام کیا''۔

بھیڑ بکریاں چرانا' آجڑی کا کام کرنا یا چرواہے کے طور پر وقت گذارنا انبیاء کرام کی معروف سنت ہے۔

''آپ اَن پڑھ ہونے کے باوجود معمولی طور پر لکھ پڑھ سکتے تھے' اس کے باوجود آپ صاحب تصانیف ہیں' اس فن میں آپ نے اپنے مرید عبدالرحیم سے کتابت کا کام لیا' آپ بولے جاتے تھے اور عبدالرحیم لکھتے جاتے تھے یوں آپ نے اپنا کلام مرتب کرایا''۔

بابا عبداللہ گھوڑا سائیں بہ ظاہر مجذوب لیکن صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ حکیم فقیر محمد چشتی سے گھوڑا سائیں نے ایک دن کہا کہ ''تمہارے گھر موسیٰ پیدا ہوگا'' ایک سال بعد مستقبل کے حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری عالم رنگ و بُو میں تشریف لے آئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن کریم سے نومولود کا نام نکالا' ہر دفعہ موسیٰ ہی نکلتا۔ والدگرامی نے غلام مصطفیٰ نام رکھ دیا لیکن وہ رائج نہ ہوسکا اور مجذوب کا قبل از پیدائش بتایا ہوا نام ہی قائم رہا۔

بابا سید رسول قریشی کا ایک قول تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

''اگر کتے کے بعض بعض خصائل انسان میں پیدا ہو جائیں تو انسان کا درجہ فرشتوں سے بڑھ جائے''۔

صوفیائے کرام نے مخلوق میں رذیل خیال کیے جانے والے اس جانور کے حوالے

سے جو کچھ فرمادیا ہے۔ شاید عالمی ادب میں صوفیا کے ارشادات کا کوئی ساجھی ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ جیسے بلھے شاہ (۱۶۸۰۔۱۷۵۷ء) فرماتے ہیں:

راتیں جاگے کریں عبادت
راتیں جاگن کتے تیتھوں اُتے

بھونکنوں بند مول نہ ہندے
جا روڑی تے سُتے تیتھوں اُتے

خصم اپنے دا دَر نہ چھڈ دے
بھانویں مارو سو سو جُتے تیتھوں اُتے

بلھے شاہ اُٹھ یار منا لے
نئیں تے بازی لے گئے کتے تیتھوں اُتے

میاں محمد بخش (۱۸۳۰۔۱۹۰۷ء) عارف کھڑی نے بھی اس مخلوق کے ایک مثبت پہلو کو اُجاگر کر کے دراصل انسان کو عمل کی تلقین کی ہے:

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے
مالک دے در راکھی کردے صابر، بھکے، ننگے

مولانا نور احمد امرتسری ۱۸۸۱ء میں حج کے لیے حجاز مقدس پہنچے تو مدرسہ صولتیہ میں صاحب اظہار الحق مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۸۱۸۔۱۸۹۱ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ درسیات کی تکمیل کے بعد اپنی مادرِ علمی میں مدرس مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ قیام میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مدرسہ صولتیہ میں آٹھ برس تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۸۸۹ء میں وطن واپس آ گئے۔ راقم نے جب بھی مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے تلامذہ سے متعلق یا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مریدین کے متعلق پڑھا۔ اکثر یہ لوگ صاحب قلم و قرطاس ہوئے ہیں۔

مولانا سید عبدالغنی ہمدانی نے ۱۳۲۰ھ میں ایک استفتاء بریلی شریف ارسال کیا، جس کے جواب میں امام احمد رضا نے مرزائیت کے رد میں "السوء والعقاب علی المسیح الکذاب" نامی رسالہ تحریر فرمایا۔ امام صاحب اور ہمدانی صاحب کا باہمی تعلق کس خلوص پر مبنی تھا اس کا

اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۳۳۸ھ میں جب ہمدانی صاحب عالم بالا کو سدھار گئے تو اطلاع ملنے پر امام احمد رضا نے مزار پر لکھنے کے لیے فصیح عربی اشعار کا قطعۂ تاریخ ارسال فرمایا۔ نجدیت اور مرزائیت کے سدِ باب کے حوالے سے ہمدانی صاحب کی خدمات کو فاضل بریلوی نے یوں خراج عقیدت پیش کیا:

قد کنت صاعقة علی نجدیهم
و رزیة المرزا مع المرزائی

ترجمہ: بے شک تو نجدیوں اور مرزا کی اولاد اور خود مرزا کے لیے کڑکتی ہوئی بجلی تھا۔

عربی اشعار کے اس قصیدے کے مقطع میں امام احمد رضا نے سال وفات ۱۳۳۸ھ کا استخراج یوں کیا ہے:

رقم الرضا تاریخه متفائلا
عبد الغنی بجنة علیاء

ترجمہ: رضا نے نیک فالی کے طور پر اس کی تاریخ لکھی: ''عبدالغنی بلند و بالا جنت میں ہے۔

مولانا غلام احمد اخگر نے امرتسر سے اخبار اہل فقہ جاری کیا۔ ''مرزا قادیانی اور ختم نبوت''، المعروف ''مرزائیت کا جنازہ'' لکھنے پر اخگر صاحب کو اسلامیانِ ہند کی جانب سے ''شیر اسلام'' کا خطاب عطا ہوا۔

پروفیسر عبدالرحیم کچھ عرصہ مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور میں پیر عبدالغفار شاہ کاشمیری کے درس میں بھی شریک ہوتے رہے۔ اس طرح آپ مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی کے استاد بھائی ہوئے۔

مولانا محمد عالم آسی جس طرح خود عالم میں انتخاب ہستی تھے اسی طرح آپ کے اساتذہ بھی اپنے دَور اور شعبوں کے ماہر ترین علماء تھے جیسے مولانا مفتی غلام محمد بگوی، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی۔

سرزمین امرتسر سے تعلق رکھنے والے عربی کے نام وَر اساتذہ کی سنہری لڑی کے امام مولانا محمد عالم آسی تھے۔ ڈاکٹر پیر محمد حسن اور ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ کا شمار آسی صاحب کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اساتذہ اور تلامذہ کے درمیان محبت و عقیدت کے رشتے کا ایک اظہار

ہمارے ہاں یہ ہے کہ تلامذہ کی طرف سے اپنے اساتذہ کے محبت' عقیدت' کسی نمایاں خوبی' عادت یا مشابہت کی بنا پر مخصوص نام رکھے جاتے ہیں۔ علامہ آسی کا شمار غیر منقسم ہند کے چند نمایاں اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے تلامذہ نے ایک صاحب کشف وکرامات مجذوب قادر سائیں کے ساتھ کشف وکرامات کی مشابہت کی بنا پر آسی صاحب کو قادر سائیں کا نام دے رکھا تھا۔

علامہ عرشی نے آسی صاحب کا جو قطعۂ تاریخ وفات کہا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے:

آں عالم با عمل دریغا
آں گنج معارف و معالم
ہاتف برائے سال رحلتش گفت
درویش صفت محمد عالم

۱۳۶۳ھ

ترجمہ: افسوس وہ عالم باعمل علوم ومعارف کا خزانہ رخصت ہوگیا۔ ہاتف نے ان کے سال رحلت سے متعلق کہا: ''درویش صفت محمد عالم''۔

امرتسر کے لوگ حضرت آسی کے علم کی گہرائی کا اعتراف یوں کرتے کہ وہ آپ کو علم کا بند کنواں کہا کرتے۔ علامہ آسی اتنے بے نفس تھے کہ اگر کوئی دعا کے لیے کہتا تو فرماتے ''کسی نیک کے پاس جاؤ''۔

مولانا آسی اخبار الفقیہ (امرتسر) اور شمس الاسلام (بھیرہ) میں مضامین لکھا کرتے۔

(۱) ''سورۂ فیل اور علامہ فراہی'' قرآنیات پر ایک جان دار مقالہ تھا جو شمس الاسلام بھیرہ میں اکتوبر ۱۹۳۸ء سے جون ۱۹۳۹ء تک قسط وار شائع ہوا۔

(۲) مسئلہ قربانی پر امت مسلمہ امرتسر کا حملہ اور اس کی مدافعت' شمس الاسلام بھیرہ میں جولائی ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔

(۳) ''الانتباھیہ علی الافتتاحیہ'' مشرقی کا تذکرہ غلط' مطبوعہ شمس الاسلام

مارچ ۱۹۴۰ سے جولائی ۱۹۴۲ء
الکادیہ علی الغاویہ (اردو) میں خاکساروں، عنایت اللہ مشرقی، اہل قرآن (چکڑالوی) اور مرزائیوں کے رد میں مضامین لکھے۔ ردّ قادیانیت پر مضامین سے الفقیہ امرتسر کے صفحات جگمگاتے رہے۔

(۴) مشرقی سے ایک اہم سوال اور اس کے ہواخواہوں سے جواب کا مطالبہ (منظوم)
(مطبوعہ شمس الاسلام (بھیرہ) اپریل ۱۹۴۲ء)

(۵) مساجد اسلام اور مسلمانانِ عالم، دشمن اسلام مشرقی کی نظر میں
(مطبوعہ شمس الاسلام بھیرہ دسمبر ۱۹۴۲ء)

کہا جاتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بائبل کو اس طرح نہیں پڑھا جس طرح (اگرچہ اعتراضات اُٹھانے کے لیے ہی) مستشرقین نے قرآن کریم کو پڑھا۔ اس سلسلہ میں علامہ آسی بازی لے گئے اور ''حقیقت مسیح از روئے بائبل'' مقالہ الفقیہ امرتسر میں شائع کیا۔

علامہ آسی کے حاصل مطالعہ کی چار بیاضوں کو ''کشکول آسی'' کا منفرد نام دیا گیا۔

حکیم معراج الدین احمد امرتسری پاکستان ہجرت کرنے کے بعد مختصر عرصہ علیل رہے اور ۱۹۴۸ء کو گوجرانوالہ میں فوت ہوگئے۔

حکیم صاحب کے جاری کردہ رسائل واخبارات

(۱) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر
(۲) رفیق صادق
(۳) کامریڈ
(۴) ماہ نامہ الراعی لاہور
(۵) ماہ نامہ حنفی امرتسر
(۶) ہفتہ وارراعین میگزین، امرتسر
(۷) ہفت روزہ ہنٹر، امرتسر
(۸) تھپہ سوٹا

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ہفتہ واراخبار الفقیہ کی پیشانی پر اس

کے مقام اشاعت امرتسر کے ساتھ ''پاکستان'' کا لفظ آپ نے ہی شروع کیا۔

حکیم غلام قادر بن حکیم فقیر محمد چشتی نے آریوں اور مرزائیوں کے خلاف ایک اخبار ''دُرّہ محمدی'' امرتسر سے جاری کیا۔

حکیم محمد نور الدین بن حکیم فقیر محمد چشتی، علامہ آسی کے آخری شاگرد تھے۔ علامہ صاحب ۱۸ پارے پڑھا کر راہیٔ ملک عدم ہو گئے۔

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے متصل مسجد کا نام موج دریا ہے۔ حکیم محمد شمس الدین چشتی بن حکیم فقیر محمد چشتی نے دربار بابا فرید سے متصل بازار کا نام ''درگاہ بازار'' رکھا۔ پاک پتن شریف میں ان دنوں سٹریٹ لائٹ نہ تھی۔ حکیم صاحب کا معمول تھا کہ خاص طور پر عرس کے دنوں میں گیس لیمپ جلا کر گلیوں میں رکھواتے اور عرس شروع ہونے سے پہلے پاک پتن کی تمام مساجد کے ہتھ نلکوں اور گھڑیوں کو درست کرواتے۔

* * * *

مولانا نواب الدین چشتی صابری امرتسری (۱۸۷۰-۱۹۴۶ء) اور آپ کے متعلقین کا ذکر بھی ''بزرگانِ امرتسر'' کا ایک روشن باب ہے۔ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کرنے والوں میں ایک نمایاں نام آپ کا ہے۔ آپ کے والد گرامی محمد موسیٰ ارائیں برادری کے ایک زمین دار تھے۔ مولانا نواب الدین بہت خوش گلو تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہیر وارث شاہ اتنے سوز سے پڑھتے کہ سننے والے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ پاتے۔ اپنے مرشد خواجہ سراج الحق چشتی صابری سے فیض حاصل کر کے حضرت نواب الدین صاحب ارشاد ہوئے۔ آپ کے سلسلۂ بیعت سے متعلق غلام محی الدین خان لودھی لکھتے ہیں:

''برصغیر کے دس بارہ لاکھ نفوس تو آپ کے دامن سے وابستہ تھے''۔

(نواب الدین، خواجہ، چشتی، صابری، تحقیق الادیان فی اعجاز القرآن المعروف پیغام حق۔ ادارہ فروغ تجلیات صابریہ، فیصل آباد، س ن، ص: ج)

خواجہ نواب الدین کے براہِ راست فیض یافتگان میں برصغیر کے نامی گرامی اہل علم و فضل کے نام لکھے ہیں۔

''ابوالاثر حفیظ جالندھری' مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش' قاضی عبدالمجید قرشی' ابوالعلا چشتی المعروف حاجی لق لق' غنیمت علی ساحر صدیقی' عزیز حاصل پوری' محمد شریف المعروف نسیم حجازی اور حافظ مظہر الدین۔ اسی ابر رحمت کی چھینٹوں سے سرسبز و شاداب نظر آتے ہیں''۔(ایضاً' ص:ب)

خواجہ نواب الدین کے مرید خاص' لودھی صاحب نے ایک اور تاریخی حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کا اصل وطن قصبہ رمداس تھا لیکن آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی سرکوبی کے لیے چند برس قادیان کی قریبی بستی ''ستکوہہ'' میں قیام فرمایا جیسا کہ آپ رقم طراز ہیں:

''آپ نے ستکوہہ (نزد قادیان) میں کچھ عرصہ قیام فرما کر قادیان کے گرد ایسا مضبوط تبلیغی حصار قائم کیا کہ مرزائیت پر تمام وسعتیں تنگ کر دیں''۔(ایضاً' ص:ج)

نوابی خانوادے کے دوسرے فرد جن کا ''بزرگانِ امرتسر'' میں ذکر کیا گیا ہے حافظ مظہر الدین ستکوہی (۱۹۱۴-۱۹۸۱ء) ہیں۔ حزب الاحناف لاہور میں علامہ ابوالنور کوٹلوی آپ کے ہم درس تھے' بعد ازاں برادر نسبتی بنے۔ دونوں برادران نسبتی اپنے دَور کے بے نظیر مقررین بھی تھے۔ خواجہ نواب صاحب کی سات دختران میں سے ایک علامہ ابوالنور کے عقد میں آئیں۔ معروف ناول نگار اور صحافی نسیم حجازی ابوالنور کے ہم زلف تھے۔ حافظ مظہر الدین باکمال نعت گو شاعر اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ شمشیر و سناں' حرب و ضرب' تجلیات اور نشان راہ آپ کی یادگار ہیں۔ (ایضاً' ص:د)

* * * *

ایک خانوادہ-ایک ادارہ

''بزرگانِ امرتسر'' میں ایک خانوادے کے نو (۹) افراد کا زریں تذکرہ ہر قاری کو متوجہ کر لیتا ہے۔ یہ حکیم فقیر محمد چشتی (پ ۱۸۶۴ء) کا خانوادہ ہے۔ آپ کے والد گرامی حکیم نبی بخش بھی خالص امرتسری تھے۔

(۱) حکیم غلام قادر چشتی نظامی (پ ۱۹۰۸ء)
(۲) حکیم محمد نور الدین چشتی (پ ۱۹۱۳ء)
(۳) حکیم محمد شمس الدین امرتسری (پ ۱۹۲۰ء)
(۴) حکیم محمد جلال الدین (پ ۱۹۲۱ء)
(۵) حکیم محمد موسیٰ چشتی قادری (پ ۱۹۲۷ء)
(۶) ڈاکٹر حکیم غلام مرتضیٰ امرتسری (پ ۱۹۴۱ء)

حکیم فقیر محمد چشتی کے مذکورہ بالا چھ بیٹوں کے علاوہ اس خانوادے یا ادارے کے کچھ فیض یافتگان کا ذکر بھی اس مختصر مگر جامع کتاب میں موجود ہے۔

(۱) حکیم حاجی محمد ابراہیم امرتسری (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۸۴ء)۔آپ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے بڑے بھائی حکیم غلام قادر کے صاحب زادے اور حکیم فقیر محمد چشتی کے پوتے تھے۔
(۲) حکیم عبدالواحد چشتی امرتسری (م ۱۹۷۹ء) تلمیذ حکیم فقیر محمد چشتی
(۳) حکیم محمد یوسف نقشبندی مجددی (م ۱۹۵۱ء) تلمیذ حکیم فقیر محمد چشتی

اس خانوادے کے باکمال لوگوں کے تذکار پڑھ کر بے اختیار قلم یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

* * * *

سفارشات

(۱) مختلف رسائل و مجلات میں علامہ آسی کے مضامین کے مجموعے اگر ابھی تک شائع نہیں ہوئے تو انہیں مجموعوں کی صورت میں شائع ہونا چاہیے۔
(۲) حکیم محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ کی سفارشات پر بھی عمل ہونا چاہیے جیسا کہ آپ رقم طراز ہیں:

''ماہ نامہ الفیض (امرتسر)' ہفت روزہ اہل فقہ (امرتسر۔مدیر مولانا غلام احمد اخگر)'

رسالہ انجمن نعمانیہ (لاہور) اور دیگر رسائل و اخبارات کو کھنگالنے کی ضرورت ہے۔ حضرت آسی نے اپنے استاذ مولانا غلام احمد صدر مدرس نعمانیہ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ (عربی) لکھا تھا جو رسالہ انجمن نعمانیہ میں طبع ہوا تھا مگر افسوس کہ یہ شمارہ میرے پاس محفوظ نہ رہ سکا اور وہ سینکڑوں مضامین و مقالات جو انہوں نے اپنے نام کے بغیر یا کسی اور نام سے تحریر کیے ان کی نشان دہی بھی ضروری ہے مثلاً آپ نے ایک طویل مضمون ''بدعات وہابیہ'' کے عنوان سے لکھا تھا جو علامہ فیاض الدین کے نام سے قسط وار شائع ہوتا رہا۔ یہ فیاض الدین کون تھے؟ یہ حکیم معراج الدین مرحوم ایڈیٹر الفقیہ کے فرزند ارجمند تھے جو اس مضمون کی اشاعت کے وقت شاید دس بارہ سال کے ہوں گے''۔

* * * *

''بزرگانِ امرتسر'' کے کچھ اہم نکات

(۱) یہ بات قابل ستائش ہے کہ رانا صاحب مولف بزرگانِ امرتسر نے حالات و واقعات کو جمع کرنے کا تحقیقی طریقہ اختیار کیا اور تذکرہ کے بعد اپنے مصدر یا مرجع کا حوالہ ضرور دیا۔

(۲) مشائخ عظام میں تین ہستیوں کا ذکر بار بار اس تذکرہ میں آیا ہے۔ سب سے زیادہ پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری' آپ کے مریدین کے کارناموں کا ذکر اس کتاب کے بہت سے صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی بھی جگہ جگہ رُشد و ہدایت کا ذریعہ نظر آتے ہیں۔ میاں علی محمد خان چشتی امرتسر اور اس کے نواح کے لیے روشنی کا منارہ نظر آتے ہیں۔ اگر شاگردوں کا ذکر ہو تو علامہ محمد عالم آسی کے شاگردوں کا ذکر اس کتاب پر خوش گوار بادل کی طرح چھایا ہوا ہے اور اگر مریدین کا چرچا ہو تو پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا فیضان ہر دوسرے گھر میں پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔

(۳) دارالعلوم نعمانیہ (لاہور) کا ذکر تو جب سے ہوش سنبھالا۔ سنتے آرہے ہیں۔ مدرسہ نعمانیہ امرتسر کا نام ہم نے اسی کتاب میں پڑھا۔

(۴) حضرت سائیں علی بخش امرتسری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ علم کیمیا' سیمیا' ریمیا اور موسیقی کے بڑے ماہر تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ علم ریمیا کا جاننے والا جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ علم سیمیا سے متعلق لکھا ہے کہ ''اس علم کے ذریعے اشیائے موہوم دیکھی جا سکتی ہیں اور روح کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے''۔ اور علم کیمیا ''خاصیت و ماہیت اشیاء کا علم'' ہے یعنی ایک طرف سائیں علی بخش مادہ اور روح کے تعلق سے واقف تھے تو دوسری طرف مادے کو لہروں میں بدل دینے کے فن سے آگاہ تھے اور تیسری طرف مادی جسم کے اندر موجود روح کی غذا موسیقی پر بھی ماہرانہ دسترس رکھتے تھے۔

(۵) تالیف ''بزرگانِ امرتسر'' میں کل ۷۷ بزرگوں کے اسماء ہیں لیکن کسی بھی بزرگ کے پیدائش سے وفات تک مکمل حالات نہیں دیے گئے بلکہ ۷۷ بزرگوں کا جیسے حصول برکت کے لیے تذکرہ لکھا گیا ہے جس میں کچھ بزرگوں کا ذکر نصف صفحہ سے آگے نہیں بڑھ سکا اور پروفیسر محمد عالم آسی کے ذکر جمیل صفحہ ۵۲ سے ۶۹ یعنی کل ۱۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

(۶) صوفی محمد دین ریداسی امرتسری وہ قابل فخر والد ہیں کہ جن کا بیٹا صوفی غلام حسین خطیب پاکستان کے لقب سے نوازا گیا۔ حافظ مظہر الدین سنکوہی ایک صاحب طرز نعت گو شاعر اور مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں کے برادر نسبتی تھے۔ دونوں برادرانِ نسبتی اپنے دَور کے بے نظیر مقررین بھی تھے۔

(۷) مولانا غلام محمد ترنم جمعیت علمائے پاکستان کے نائب صدر اور پھر صدر بھی رہے۔ آپ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے فیلو اور سنڈیکیٹ کے رکن بھی رہے۔

(۸) ابوالبیان مولانا محمد داؤد فاروقی نے ردِ قادیانیت پر دو زوردار کتب تصنیف فرمائیں؛ (۱) آسمانی کڑک' (۲) مرزائیوں سے بائیکاٹ۔

ابوالبیان جب صرف ۳۵ برس کی عمر میں دنیا سے منہ موڑ گئے تو مولانا محمد عالم آسی

نے اپنے چہیتے شاگرد کی وفات پر یہ قطعہ کہا:

سنی مرگ داؤد کی جو خبر
ہوئے فکر تاریخ میں ہوش گم
سن وصل پر یوں پکارا سروش
ہو "مولوی داخل خلد" تم

۱۳۶۱ھ

(۹) مولانا پیر محبوب احمد شاہ کی بے نظیر تبلیغی خدمات کی وجہ سے عوام نے آپ کو "میر واعظ" کا خطاب دے رکھا تھا۔

(۱۰) مولانا نور احمد کے شاگردوں میں بہت تنوع نظر آتا ہے؛ جیسے:

(۱) حکیم فقیر محمد چشتی

(۲) پیر محمد حسین ابن پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری

(۳) مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

(۴) سید عطاء اللہ شاہ بخاری

ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری
اسسٹنٹ پروفیسر جی۔سی یونیورسٹی لاہور
۱۱ ستمبر ۲۰۱۹ء/۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ
۰۳۲۱_۴۳۱۹۰۳۳

حضرت سیّد برکت علی شاہ خلچیانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیّد برکت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ ربیع الاوّل بروز دو شنبہ پیر کو موضع خلچیاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام پیر سیّد مزمل شاہ تھا، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ کے زیر سایہ حاصل کی، آپ کا شجرہ نسب بیس واسطوں سے حضرت غوث الاعظم شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، آپ نے روحانی تربیت حضرت میاں محمد شاہ چشتی نظامی فخری ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر حاصل کی اور ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کا قد درمیانہ، سر بڑا، پیشانی کشادہ اور رنگ گندمی تھا، رعب وجلال بے حد تھا، آپ کی اہلیہ محترمہ مرحومہ اپنے ہاتھ سے سوت کات کر کپڑا تیار کرواتی تھیں اور آپ اسی نفیس باریک کھدر کے کپڑے سلوا کر زیب تن فرماتے تھے، خوراک آپ کی نہایت سادہ تھی، گندم یا چنے کی روٹی، نمکین لسی سے کھا کر خوش رہتے، مرغن و مچرب اغذیہ سے نفرت تھی، مگر مہمانوں اور مسافروں کے لیے ان کے مذاق کے مطابق کھانا پکواتے لیکن سادگی یہاں بھی مدنظر رہتی۔

حصول معاش کے لیے آپ نے مدرسی کا پیشہ اختیار کیا، اپنی مشیخت کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا، اوّل تا آخر سکول میں پڑھاتے رہے، آپ بڑے رحیم و کریم اور شفیق تھے، غربا و مساکین میں رہ کر اور ان سے میل جول رکھ کر بہت خوش رہتے۔

ایک دفعہ آپ باہر گئے ہوئے تھے کہ واپسی پر رات ہوگئی، راستے میں ایک گاؤں آیا جہاں آپ کا ایک مرید رہتا تھا، آپ رات گزارنے کی غرض سے اس کے گھر چلے گئے، وہ مرید اتفاق سے بہت غریب تھا، اس نے اپنے پیر صاحب علیہ الرحمہ کی ضیافت کے لیے دو روپے میں دری رہن رکھ کر کھانا پکایا، آپ کو اپنے نور باطن سے یا کسی اور ذریعے سے حقیقت حال سے آگاہی ہوگئی، تو آپ نے اپنے پاس سے دو روپے مرید کے بچے کو

دیئے اور اسی وقت وہاں سے چل کھڑے ہوئے' اور ''موضع دھولکا'' میں مرحوم حاجی خیر الدین کے ہاں جا رہے' حاجی صاحب دین دار اور درویش دوست انسان تھے اور شاہ صاحب کے پیر بھائی بھی' حضرت شاہ صاحب حاجی صاحب کے مکان پر پہنچ کر بہت روئے' حاجی صاحب کے استفسار پر بتایا کہ میری اس غلطی کی وجہ سے فلاں میرے ملنے والے کو یہ تکلیف پہنچی' اس واقعہ کے بعد آپ نے عام مریدوں کے گھر جانا بند کر دیا' آپ کی طبیعت کبھی کبھار شعر و سخن کی طرف مائل ہوتی تھی تو کوئی نہ کوئی شعر ضرور کہتے' آپ صاحب کرامت بزرگ تھے' ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ بروز جمعہ وصال فرمایا اور موضع خلچیاں ضلع امرتسر میں مزار بنا' آپ کا عرس یوم وصال کے بجائے یوم چہلم پر ہونا قرار پایا تھا' چنانچہ یکم اور دوئم ذیقعدہ کو آپ کا عرس خلچیاں میں ہوتا رہا' اب ان تاریخوں میں چک ۱۲۰ جنوبی سکھاں والی تحصیل و ضلع سرگودھا میں ہوتا ہے۔

موضع خلچیاں شیر شاہ سوری روڈ پر امرت سر سے جالندھر کی جانب جاتے ہوئے اُنیسویں میل پر واقع ہے' یہ گاؤں خالص مسلمانوں کا تھا' صرف چند گھر ہندوؤں کے تھے' جوں ہی یہ پیدل قافلے کی صورت میں پاکستان آئے' اِدھر سے گئے ہوئے شرنارتھی وہاں جا بسے' انہوں نے مسجد کو تو گوردوارہ میں تبدیل کر لیا' اور حضرت شاہ صاحب کی قبر کو کھود کر تابوت باہر نکالا' لاش کو دیکھا تو بالکل تر و تازہ تھی' اتنے میں وہاں اور گرد و نواح کے مقامی لوگوں کو پتا چل گیا' جو آپ کی عظمت اور بزرگی کے قائل تھے' انہوں نے دوبارہ میت کو قبر میں رکھ کر بند کر دیا۔

صاحب مضمون حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس حادثہ فاجعہ کا علم ہمیں اسی وقت ہو گیا تھا' چنانچہ ۱۹۵۴ء میں راقم آثم (محمد موسیٰ) 'سردار کشن سنگھ مان نمبر دار ورئیس رعیہ (ضلع امرتسر) سے ملا' یہ صاحب حضرت شاہ صاحب کے شاگرد ہونے کے علاوہ بزرگان اسلام سے بے حد عقیدت رکھتے تھے' میں نے سردار کشن سنگھ صاحب سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی تو اثبات میں سر ہلا کر رونے لگے اور دیر تک روتے رہے' ذرا سنبھلے تو میں نے پھر یہی پوچھا کہ کیا واقعی حضرت شاہ صاحب کا جسم تر و تازہ تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وقت ''رعیہ'' میں نہیں تھا' باہر گیا ہوا تھا' واپسی پر مجھے اس افسوس

ناک واقعہ کا علم ہوا' جن لوگوں نے دوبارہ دفن کیا' انہوں نے یہی بتایا کہ جسم اور کفن بالکل ٹھیک تھے۔

غالباً ۱۹۵۵ء میں ہندوستان جانے کا دوبارہ اتفاق ہوا' احقر اور محترم جناب خواجہ غلام صمد مرحوم انبالوی سابق ایم ایل اے اور دیگر احباب ہوشیار پور حضرت میاں محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے عرس پر جا رہے تھے کہ خلچیاں موٹر کھڑی کر کے ہم پہلے حضرت میراں علی محمد شاہ علیہ الرحمہ کے مزار پُرانوار پر گئے' یہاں فاتحہ خوانی کے بعد حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں سلام نیاز مندانہ پیش کیا اور مغرب کی نماز باجماعت یہیں پڑھی' محترم حاجی محمود خان صاحب مالک راجپوت ہاؤس لاہور نے مؤذن اور امام کے فرائض سرانجام دیئے' شاہ صاحب کی قبر دوبارہ پختہ بنا دی گئی ہے' اس پر گیندے کے پھولوں کے گملے بڑے قرینے سے سجائے ہوئے تھے' یہ بھی معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے حضرت کے مزار کی بے حرمتی کی تھی' وہ طرح طرح کی آفات میں مبتلا ہو کر کچھ تباہ ہو گئے' کچھ مر گئے اور باقی علاقہ چھوڑ گئے' اس کے بعد شرنارتھی مزار کا احترام کرنے لگے 'مگر انہوں نے مسجد کو گوردوارہ بنایا ہوا ہے۔

(حکیم محمد موسیٰ امرتسری' اذکارِ جمیل' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ملخصاً)

حضرت بابا کریم بخش قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا کریم بخش قادری بمقام کورالیاں ضلع امرتسر جو فتح گڑھ چوڑیاں سے تقریباً بارہ میل اور رمداس سے چار میل دُور تھا' میں پیدا ہوئے' تعلیم تو آپ کو کوئی نہ مل سکی مگر علم لدنی میں آپ نے وہ کمال حاصل کیا کہ اس زمانہ میں ایسا فرد ڈھونڈنے سے بھی نظر نہ آتا تھا' والد گرامی کا نام بابا نتھو اور دادا کا نام بابا کھیوا تھا' ذات کے بھٹہ تھے' شروع سے ہی آپ یتیم ہو گئے' بچپن سے ہی عبادت اور ریاضت کی طرف مائل تھے۔

شجرہ بیعت

بابا کریم بخش' محمد علی قادری' شاہ نظام الدین قادری' محمد مکرم عرف نتھا شاہ' شاہ محمد کامل' علی سرمست' پیر علی اصغر' خواجہ محمد زبیر' حضرت خواجہ محمد معصوم' حضرت امام ربانی مجدد

الف ثانی۔

بیعت

آپ کے پیرو مرشد مولانا محمد علی قادری جو فتح گڑھ چوڑیاں میں مقیم تھے' بڑے عالم فاضل' مفتی اور بزرگ انسان تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے' آپ فرمایا کرتے تھے کہ بٹالہ شریف کے بعد قادری سلسلہ کا مرکز فتح گڑھ چوڑیاں بن گیا ہے۔

عادات

آپ اوراد و وظائف میں بے حد باقاعدگی برتتے' فطرتاً ریاضت پسند تھے' کام کرنے سے آپ کو کوئی عار نہ تھا' رزق حلال کمانے کے لیے تیل نکالنے کا کوہلو لگایا ہوا تھا' بے حد مہمان نواز تھے' گاؤں کے یتیموں اور بیواؤں کی حفاظت آپ کے لیے لازمی امر بن چکا تھا اور اس معاملہ میں کبھی غفلت نہ کرتے تھے' بے حد امین تھے' لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھتے کیونکہ پرہیزگاری' خوش معاملگی' راست بازی اور جذبہ خدمت خلق میں آپ بے مثال تھے' ساری عمر مجاہدانہ سرگرمیوں کی تکمیل میں گزاری' آپ کی روحانیت کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔

سیر و سیاحت

آپ نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی اور وہاں بے شمار مشائخ سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا' شہروں کے نام یہ ہیں:

کلانور (گورداسپور)' کسولی' کالکا' دہلی' رہتک' امرتسر' قصور' لاہور' پشاور' کپورتھلہ' ڈیرہ بابا نانک۔

۱۹۳۱ء میں آپ نے موضع کورالیاں سے ہجرت کر لی اور مستقل طور پر رمداس میں نقل مکانی کر لی' محمد شریف اور تاج دین آپ کے دو فرزند تھے' ۱۹۴۶ء میں وفات پائی' رمداس گاؤں سے باہر قبرستان میں مزار بنا۔

(تذکرہ کریمیہ' مرتبہ بابا کرم شاہ' مطبوعہ کریمیہ بلڈنگ ڈجکوٹ روڈ بیرون جھنگ بازار فیصل آباد)

سائیں حیدر شاہ امرتسری

اصل نام غلام حیدر‘ ادبی نام سائیں حیدر شاہ‘ والد کا نام سائیں مولا شاہ‘ آپ ۹۶-۱۸۹۵ء میں امرتسر کے کٹڑہ گھنیاں میں پیدا ہوئے‘ آپ نے ابتدائی طور پر سکول میں چند کلاسیں پڑھیں لیکن خداداد صلاحیت کی بنا پر اوائل عمر میں ہی انگریزی‘ فارسی اور اُردو سے واقفیت حاصل کر لی۔

سائیں حیدر شاہ صاحب نے روحانی تربیت اپنے والد سائیں مولا شاہ سے حاصل کی اور درویشانہ زندگی اختیار کی‘ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور گوجرانوالہ کے ایک گاؤں کڑیال کلاں میں رہائش اختیار کر لی‘ بعد میں چوہڑ کانہ (فاروق آباد) ضلع شیخوپورہ میں منتقل ہو گئے۔

آپ کا انتقال آپ کے مرید سائیں بوٹے شاہ کوٹلی پیر عبدالرحمن کے گھر باغبانپورہ لاہور میں بروز منگل ۷‘ اگست ۱۹۷۲ء بمطابق ۲۴‘ ساون ۲۰۲۹ بکرمی‘ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ کو ہوا اور اسی دن آپ کے جسد خاکی کو ضلع شیخوپورہ میں دفنایا گیا‘ ان کے مرید ہر سال ۶ ستمبر بمطابق ۲۲ بھادوں (تاریخ وفات مولا شاہ) زیر نگرانی سید محمد جمیل آسی نوشاہی منعقد کرتے ہیں۔

(محمد سلیم چودھری‘ شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری‘ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء‘ ص ۱۰۷‘ ۱۰۸)

بابا سخی بہادر شاہ نوشاہی قادری شمسہ والا امرتسری

آپ کا نام بہادر شاہ‘ مشہور بادے شاہ‘ مریدوں میں سخی بہادر شاہ کہے جاتے تھے‘ بیعت و خلافت بابا مراد شاہ ہردیو والہ سے تھی۔

آپ ۱۲۱۰ھ/۹۶-۱۷۹۵ء میں موضع بھکنہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے‘‘ فارسی اور ہندی اپنے والد محترم سے پڑھی‘ جوان ہوئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں بھرتی ہو گئے‘ ابتداء میں گھوڑ سوار دستے میں شامل ہوئے‘ بعد میں ترقی پاتے ہوئے میر شکار اور پھر مہاراجہ کے

مصاحبین میں شامل ہو گئے' رنجیت سنگھ کے بعد اس کے بیٹے کھڑک سنگھ کی فوج میں بھی رہے۔
آپ ایک دیندار اور عالم فاضل تھے' ایک مرد درویش قلندر کے حلقہ بگوش ہو کر شاہی ملازمت چھوڑ دی' دل پہلے ہی علم و فضل اور حکمت و دانش کی روشنی سے منور تھا' بس ایک ولی کامل کی نگاہ کیمیا گر نے ان کے سینے میں توحید الٰہی کا نور بھر دیا' آپ خدمت مرشد میں رہنے لگے' کئی مرتبہ مہاراجہ کے ملازم اور مصاحب لینے آئے مگر آپ نے شاہی ملازمت ٹھکرا دی۔ آپ بہت مدت تک گوشہ نشین رہے' صبح صادق کے وقت حجرہ میں داخل ہوتے' عشاء کے وقت باہر نکلتے' حتیٰ کہ معرفت الٰہی کا دروازہ آپ پر کھل گیا اور نور باطن حاصل ہوا' آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور حاضر رہتا تھا' آپ میں عشق کی حرارت اس قدر تاب افروز تھی کہ ہمیشہ صندل پانی میں گھس کر دماغ پر لیپ کیا کرتے' آپ سے خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا تھا' آپ نے سکھا شاہی کے زمانے میں جاٹ قوم وِرک کے پورے علاقے میں دین اسلام کی شمع روشن کی اور وہاں کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دی' بعد میں آپ موضع شمسہ ضلع شیخوپورہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور یہیں پچاسی سال کی عمر میں ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں وفات پائی' آپ کا مزار شریف موضع شمسہ' ڈاک خانہ مرزا ورکاں ضلع شیخوپورہ میں ہے' ہر سال عرس ہوتا ہے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی' شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ ششم' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' ص ۳۵)
(محمد سلیم چودھری' شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء' ص ۱۲۷' ۱۲۸)

حضرت سخی میراں شاہ ہاشمی نوشاہی قادری

آپ ۱۸۲۷ء میں بھکنہ کلاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے' آپ سخی بہادر شاہ پاک شمسہ والے کے چچازاد بھائی تھے' بچپن ہی سے اہل اللہ اور اہل سلوک سے متاثر رہے' آپ کو اُردو فارسی اور ہندی پر عبور تھا جو کہ آپ کے شاعرانہ کلام سے واضح ہے' آپ ایک درویش کامل اور صاحب کرامات بزرگ تھے' آپ کی تمام عمر زہد و تقویٰ' عبادت و ریاضت اور صبر و توکل میں گزری' آپ خوش شکل' خوش کلام' شیریں بیان اور سیف زبان بزرگ تھے جو بھی ایک مرتبہ ملتا دوبارہ ملنے کی تمنا رکھتا تھا۔

آپ سخی بہادر شاہ کے ہی مرید تھے، مرشد سے روحانی فیض بڑی ریاضت کے بعد حاصل ہوا، مرشد نے آپ کو اپنے آبائی گاؤں ہی میں ڈیرہ لگانے کا حکم دیا آپ کے حلقہ ارادت میں مسلمان، ہندو اور سکھ تمام پندونصائح سے بہرہ ور اور فیضیاب ہوتے رہے، آپ کی شاعری سراپا تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ کا انتقال ۱۹۰۹ء میں بھکنہ کلاں ضلع امرتسر میں ہوا اور آپ کا مزار وہاں بنا، جہاں ہر سال ۱۷/۱ اسوج کو آپ کا عرس ہوتا تھا۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۸)

حضرت سائیں لبھو شاہ

آپ ۱۸۷۳ء میں جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا نام فضل الدین تھا، ذات کے کمبوہ تھے، والد ماجد کاشت کاری کرتے تھے اور خود بھی کاشت کاری یا مزدوری کرتے تھے، پندرہ برس کی عمر میں والد ماجد انتقال کر گئے، خاندانی حالات کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کر سکے، آپ ۱۹۰۱ء میں حضرت سیّد محمد عرف نتھے شاہ کی خدمت میں پہنچے، پیر کی خدمت میں رہ کر لبھو شاہ پر اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم ہوا کہ وہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود شاعری بھی کرنے لگے اور لوگوں کے لیے ہادی بھی بن گئے، اس کے باوجود خود کو تادم آخر ''صفر'' کہتے اور سب کچھ اپنے پیر کا فیضان سمجھتے اور اس کا برملا اعلان کرتے رہے۔

سائیں لبھو شاہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں شہید ہوئے، آپ کا عرس کامونکی ضلع گوجرانوالہ کے نزدیک ماڑی ٹھاکراں میں منایا جاتا ہے۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۹، ۱۳۰)

غلام قادر شاہ

اصل نام غلام قادر، ادبی نام غلام قادر شاہ، آپ جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا نام سیّد نتھے شاہ تھا، حضرت سید غلام قادر شاہ مشہور صوفی بزرگ حضرت سید محمد ہاشم شاہ کے پڑپوتے تھے، آپ نے ضروری تعلیم اپنے والد سید نتھے شاہ سے حاصل

کی، علاوہ ازیں اپنے ماموں مولانا شبیر محمد صاحب جو ولی کامل تھے سے بھی کسب فیض کیا، والد ماجد کے انتقال کے بعد کرنال پانی پت میں حضرت خواجہ سراج الحق چشتی کا شہرہ سنا تو زیارت کے لیے تشریف لے گئے، انہوں نے خلافت اور دستار فضیلت سے نوازا، تقسیم ہند سے چند ماہ قبل تھرپال آ گئے تھے بعد میں جگدیو کلاں نہیں گئے، تھرپال میں مستقل قیام کے بعد حکمت وطبابت کرتے رہے، آپ کا انتقال ۱۷ رنومبر ۱۹۷۶ء کو ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی، اگلے روز تھرپال ہاشم شاہ نزد رعیہ خاص تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں اپنے پڑدادا حضرت ہاشم شاہ کے مزار کے پائنتی کی طرف دفن ہوئے، آپ کا عرس ہر سال ۱۸ رنومبر کا منایا جاتا ہے۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۲۲۰)

محمد جلال الدین شاہ

محمد جلال الدین شاہ صاحب ۱۸۷۰ء میں کشمیر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام سید محمد شاہ تھا، آپ نے پندرہ سال کشمیر میں رہ کر اپنے بزرگوں کی زیر نگرانی مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور فارسی، عربی میں کمال حاصل کیا، اس کے بعد مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا اور ساتھ ساتھ تبلیغ کا نور پھیلاتے رہے، آخر میں امرتسر میں مقیم ہو گئے، قیام جے پور کے دوران آپ نے قاضی خدا بخش کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کی۔

آپ نے علوم دینیہ کے بعد باطنی علوم کی تکمیل کے لیے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک بزرگ حضرت خواجہ مہر الدین شاہ کاشمیری کے دست حق پرست پر بیعت کی، جامع مسجد کٹڑہ کرم سنگھ نئی سڑک پر "باب العلم حنفیہ نظامیہ" کے نام پر آپ نے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی، امرتسر میں آپ جامع مسجد محمد شاہ مرحوم میں امام وخطیب رہے، آپ کا انتقال ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر امرتسر میں ہوا، آپ کے جسد خاکی کو قبرستان بلاقا سنگھ بیرون خزانہ گیٹ میں دفن کیا گیا۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۲۶۷)

حضرت محمد حسین شاہ

حضرت محمد حسین شاہ ۱۸۶۶ء میں گاؤں چھینہ اٹاری ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے' آپ نے حضرت خیر بہار رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار فاضلیہ راجہ سانسی ضلع امرتسر کے دست حق پرست پر بیعت کی' شیخ سے ان کا تعلق خاطر اتنا بڑھا کہ زیادہ وقت شیخ ہی کی صحبت میں بسر کرنے لگے' یہ ان کے شیخ کامل اور عقیدت و محبت کا کمال تھا کہ حضرت خیر بہار کی وفات کے بعد ان کو وہاں کا سجادہ نشین منتخب کر لیا گیا۔

حضرت بابا محمد حسین شاہ علیہ الرحمہ طویل عرصہ تک راجہ سانسی میں مقیم رہے اور ارادت مندوں کی تربیت روحانی فرماتے رہے' ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کا واقعہ رونما ہوا تو ان کے لیے وہاں رہنا مشکل ہو گیا' چنانچہ اپنے مریدوں کے ہمراہ وہاں سے چل پڑے اور موضع چنڈالی ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہو گئے اور تا دم آخر یہیں سے اپنے سلسلہ روحانی کو فروغ دیتے رہے' آپ نوے برس کی طویل عمر پا کر جون ۱۹۵۶ء میں اس دارفانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے' آپ کا مزار آپ کے عقیدت مندوں کے لیے مرجع فیوض روحانی ہے۔ (محمد سلیم چودھری' شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء' ص ۲۷۸)

مولا شاہ سائیں

آپ کا اصل نام بخشاور' قلمی نام سائیں مولا شاہ تھا' آپ راجپوت جنڈراں ذات سے تعلق رکھتے تھے' آپ مجیٹھہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے' زندگی کا ابتدائی حصہ ضلع گورداسپور کے گاؤں دھرم کوٹ بگھیال میں گزارا' اس کے بعد آپ کے والدین آپ کو امرتسر لے آئے' یہاں پر آپ نے کٹڑہ بگھیاں اور کٹڑہ گھنیاں میں وقت گزارا' آپ کے والد ماجد کا نام کریم بخش تھا جو مہتاب دین کے بیٹے تھے' آپ نے باقاعدہ طور پر کسی مدرسے سے تعلیم حاصل نہیں کی' بلکہ آپ کے والد کریم بخش صاحب نے آپ کو مولوی غلام محی الدین کی نگرانی میں دے دیا' مولوی غلام محی الدین سے آپ نے روحانی تربیت حاصل

کی، آپ کچھ عرصہ مجیٹھہ ضلع امرتسر میں رہے پھر امرتسر کے کٹڑہ بگھیاں میں رہائش اختیار کی اور بعد میں کٹڑہ گھنیاں میں عمر کا زیادہ تر حصہ گزارا۔

عملی زندگی میں آپ نے کچھ عرصہ آجڑی کا کام کیا، اس کے بعد جانوروں کی خرید و فروخت کا کام کرتے رہے، آخر عمر میں درویشانہ زندگی اختیار کر لی، آپ اَن پڑھ ہونے کے باوجود معمولی طور پر لکھ پڑھ سکتے تھے، اس کے باوجود آپ صاحب تصانیف ہیں، اس فن میں آپ نے اپنے مرید عبدالرحیم سے کتابت کا کام لیا، آپ بولتے جاتے تھے اور عبدالرحیم لکھتے جاتے تھے یوں آپ نے اپنا کلام مرتب کرایا۔

آپ کا انتقال ۶ ستمبر ۱۹۴۴ء/ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ بروز منگل ضلع گورداسپور کے گاؤں تبڑ تبڑی میں ہوا، قیام پاکستان کے بعد آپ کا یادگاری دربار کڑیال ضلع گوجرانوالہ میں بنوایا گیا، جہاں ان کے صاحبزادے سائیں حیدر شاہ ۲۵ محرم الحرام کو عرس کراتے رہے، آج کل سائیں مولا شاہ کے پوتے میاں محمد اسماعیل منظر جیٹھ کی ۱۶ تاریخ کو عرس منعقد کرتے ہیں۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۳۰۴)

حضرت ہاشم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ہاشم شاہ رحمۃ اللہ علیہ پنجابی کے مایہ ناز شاعر تھے، آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں اپنے وقت کے خدا رسیدہ بزرگ تھے، آپ ۲۴ رجب ۱۱۴۸ھ/ ۸ دسمبر ۱۷۳۵ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سید محمد شریف تھا جو عرب کے ایک بزرگ سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے، آپ کے والد ماجد جب ہندوستان تشریف لائے تو اس وقت ہاشم شاہ کی عمر چار سال تھی، جب پندرہ سال کی عمر کو پہنچے تو والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔

آپ کے والد ماجد کی رہائش گاؤں جگدیو کلاں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں تھی، حضرت ہاشم شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے کم و بیش ایک سو چار سال اسی گاؤں میں گزارے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، آپ مرید بھی اپنے والد

ماجد کے تھے، دینی و دنیوی علوم انہی سے حاصل کئے، جلد ہی فارسی، عربی، حکمت، نجوم، سنسکرت اور پنجابی میں مہارت حاصل کی، آپ حضرت غوث اعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت درجہ عقیدت رکھتے تھے۔

آپ نے ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ/ ۲۵ راکتوبر ۱۸۴۳ء کو جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں انتقال فرمایا، آپ کی وصیت کے مطابق تھرپال گاؤں لاکر سپرد خاک کیا گیا، جہاں آپ کا عرس ہر سال ۴ رجون کو منایا جاتا ہے۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۳۲۴)

بابا عبداللہ المشہور گھوڑا سائیں مجذوب امرتسری

آپ امرتسر میں صاحب کرامت تسلیم کئے گئے تھے، اہل شہر بلا امتیاز مذہب وملت ان کے معتقد تھے، نیم برہنہ حالت میں رہتے تھے، ان کی چند کرامات درج ذیل ہیں۔

امرتسر کے مشہور طبیب فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ان مجذوب صاحب کے گہرے تعلقات تھے، ایک دن حکیم صاحب سے کہنے لگے کہ ''تمہارے گھر موسیٰ پیدا ہوگا'' چنانچہ سال بعد لڑکا تولد ہوا، قرآن مجید سے نام نکالا تو ''موسیٰ'' ہی نکلا، پھر کئی دوسرے لوگوں کو کہا کہ آپ قرآن مجید سے نام تلاش کریں تو سب کو موسیٰ نام ہی سامنے آیا، مفتی محمد حسن امرتسری کو کہا کہ آپ نام نکالیں تو انہوں نے بھی موسیٰ ہی نکالا، آخر یہی نام رکھا گیا، پہلی بار غلام مصطفیٰ نام رکھا مگر رائج نہ ہوسکا اور مجذوب کا بتایا ہوا نام قائم رہا۔

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے کہ یہی مجذوب صاحب ان کے پاس آتے اور کہتے کہ میں آپ کی تنخواہ میں دس روپے کا اضافہ کرتا ہوں، چنانچہ اتنا ہی اضافہ ہوجاتا، حضرت آسی کی جتنی تنخواہ بڑھنی ہوتی، یہ ایک ماہ پہلے آکر کہہ جاتے کہ آپ کی اتنی تنخواہ بڑھادی ہے۔

کھانا پینا ان کا بالکل عجیب قسم کا تھا، اعلیٰ قسم کے پلاؤ پر مربہ ہلیلہ کا شیرہ ڈال کر کھاتے، اُبلتے ہوئے گرم پانی سے نہاتے اور کوئی تکلیف نہ ہوتی، موسم گرما میں جلتی ہوئی لکڑیوں کو پھیلا کر کڑکتی دھوپ میں لحاف اُوڑھ کر ان پر سوجاتے، جس شخص پر مہربان ہوتے

اسے یہ خدمت بتاتے کہ کڑوے تیل میں سُرخ مرچ پسی ہوئی ملا کر میری پشت پر زور زور سے مل دو'اس سے ان کو کوئی تکلیف نہ پہونچتی' ستار ہر وقت پاس رکھتے اور اُسے بجاتے رہتے۔

ایک مرتبہ فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے کہ آج دوپہر کا کھانا آپ کو لاہور کھانا ہے اور کالی مرچ ڈال کر گوشت اور پراٹھے تمہارے لیے پک رہے ہیں' تھوڑی دیر بعد لاہور کے مشہور تاجر کتب شیخ قمر الدین مرحوم کا آدمی آیا کہ لاہور شیخ صاحب کے ہاں بیمار دیکھنے چلیں' چنانچہ شیخ صاحب نے ویسا ہی کھانا پکوایا ہوا تھا۔

قادر بخش دلال مرحوم چوک فرید امرتسر کا بیان ہے کہ میں چین گیا اور وہاں پر مجھے ایک سفر میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا' اسی وقت عبداللہ مجذوب میری مدد کو پہنچ گئے اور چوروں کو ایسا ڈانٹا کہ وہ چیخیں مارتے ہوئے بھاگ گئے' پھر عبداللہ مجذوب نے میرے ساتھ سفر طے کرنا شروع کردیا' کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ بابا صاحب غائب ہوگئے۔

میاں محمد جمیل رئیس اعظم امرتسر کا دیوالیہ ہوگیا' وہ بغرض دُعا حضرت خواجہ عبدالخالق جہاں خیلاں ضلع ہوشیار پور کے پاس گئے' آپ نے فرمایا کہ تمہارا معاملہ شہر کے حاکم کے پاس پیش ہوچکا ہے'اس کے فیصلے کا انتظار کرو' میاں محمد جمیل امرتسر پہنچے ہی تھے کہ بابا عبداللہ ان کے مکان میں داخل ہوئے اور بہی کھاتوں کو اُٹھا کر پھاڑنا شروع کردیا' چنانچہ چند ہفتوں میں جمیل صاحب کی تمام جائیداد نیلام ہوگئی اور کنگال ہوگئے اور اسی غم میں تھوڑے دنوں بعد مر گئے' محمد جمیل اس درجے کا کاروباری تھا کہ روپیہ کی گنتی مشکل تھی اس لیے سو اور ہزار روپے کے وزن کے باٹ بنا رکھے تھے' جتنی رقم کسی کو دینا ہوتی تول کر دیتے تھے۔

"مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے"

سکتری باغ امرتسر کے قبرستان میں اس مجذوب کی قبر ہے اور اس کی آخری آرام گاہ کو انقلاب ۱۹۴۷ء کی دہشت و بربریت بھی برباد نہیں کرسکی' ۱۹۵۴ء میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری (علیہ الرحمہ) بچشم خود دیکھ کر آئے کہ چراغ دان میں تیل بھرا ہوا تھا' جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہندو بھی قبر کی تعظیم کرتے ہیں' وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہوسکی' خیال ہے کہ مجذوب

صاحب ۱۹۳۰ء میں فوت ہوئے۔

(مولانا غلام دستگیر نامی' مجذوبوں کی باتیں' ماہنامہ مہر و ماہ لاہور' شمارہ ستمبر ۱۹۹۰ء' ص ۲۹' ۳۰)

بابا سید رسول قریشی ہاشمی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا آبائی وطن کیمبل پور (اٹک) اور قبیلہ قریش ہے' آپ کے والدین زیارت خانہ کعبہ و مدینہ منورہ کے لیے عازم ملک حجاز ہوئے' اور مسقط' بوشہر' سامرہ اور زورک ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور کچھ عرصہ وہیں قیام فرمایا' بابا سید رسول کی ولادت انہی ایام میں بصرہ کے ایک نواحی موضع عصرہ میں ہوئی' اسی شب آپ کی والدہ ماجدہ کو رویائے صادقہ میں آپ کا نام سید رسول رکھنے کی بشارت ہوئی' چالیس دن کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا' کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ کے والد ماجد آپ کو لے کر بغداد شریف چلے گئے' اور میراں محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے' پھر سجادہ نشین آستانہ عالیہ کے ہاں قیام فرمایا' کچھ عرصہ بعد آپ کے والد ماجد آپ کو حضرت سجادہ نشین کے پاس چھوڑ کر حج کے سفر پر روانہ ہو گئے' فریضہ حج اور مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد آپ واپس بغداد شریف آ گئے' یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ کے والد ماجد اپنے لخت جگر حضرت سید رسول کو حضرت سجادہ نشین بغداد شریف کے پاس چھوڑ کر اپنے وطن مالوف کیمبل پور چلے آئے۔

حضرت بابا سید رسول بغداد شریف میں ریاضت و عبادت میں مشغول رہے' بغداد شریف میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم ہوا کہ سرزمین ہند کی طرف جاؤ' آپ بغداد شریف سے بذریعہ بحری جہاز بمبئی آ گئے' کچھ مدت بمبئی میں قیام کرنے کے بعد حجاز مقدس کا سفر کیا' کچھ عرصہ قیام کے بعد پھر بمبئی پہنچے اور وہاں سے پاکپتن شریف چلے گئے' پھر راولپنڈی حضرت بری امام لطیف بخاری علیہ الرحمہ کی درگاہ پر حاضر ہوئے یہاں دو روز قیام کے بعد موضع بگہ ضلع امرتسر کی طرف روانہ ہو گئے' اس گاؤں میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی' زیادہ تر آبادی ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی تھی' آپ نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی اور جلد ہی ہندوؤں اور سکھوں کے دلوں کو مسخر کر لیا' اس زمانے

میں آپ کے پاس ایک کتا تھا' آپ کھانا ہمیشہ اس کے ساتھ کھایا کرتے' اگر کسی مذہب کا کوئی شخص اس کا سبب پوچھتا تو آپ فرماتے کہ تمہاری طرح یہ بھی خدا کی مخلوق ہے' یہ مالک کا حکم مانتا ہے' لیکن انسان اپنے مالک کا حکم نہیں مانتا اور یہ بھی فرماتے کہ اگر کتے کے بعض بعض خصائل انسان میں پیدا ہو جائیں تو انسان کا درجہ فرشتوں سے بھی بڑھ جائے' گرد و نواح کے لوگ آپ کو "سائیں بگیا نوالے" اور بعض "سائیں کتیا نوالے" کے نام سے خطاب کیا کرتے تھے' لیکن بعد میں لوگ آپ کو بابا سید رسول "سائیں جھنڈیا نوالے" بھی کہتے تھے۔

آپ کا وصال امرتسر ہسپتال میں ۷ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے شب دوشنبہ کو ہوا' خواب گاہ سرمدی موضع بگا تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہے۔

(ایم فدا حسین فدا' آفتاب تصوف' مطبوعہ گلستان ادب چوک متی لاہور ملخصاً)

(ابو طاہر فدا حسین فدا' معدن التواریخ' مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء ص ۱۵)

بابا شیخ محمد مستقیم چشتی نظامی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا شیخ محمد مستقیم' موضع کاکڑ افغاناں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے' شجرہ نسب اس طرح ہے' بابا شیخ محمد مستقیم بن شیخ عبدالحفیظ بن شیخ بدر دین بن شیخ غلام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

کاکڑ افغاناں مختلف برادریوں اور ذوات کی تقریباً ایک ہزار آبادی کا چھوٹا سا گاؤں تھا' مولانا شمس الدین اور حکیم عبداللہ خاں اس گاؤں کی اہم شخصیتیں گزری ہیں۔

بابا محمد مستقیم علیہ الرحمہ نے طب اور دینی تعلیم انہی دونوں بزرگوں سے حاصل کی' اور ان کے انتقال کے بعد طب اور تبلیغ اسلام میں ان کی کمی کو علاقہ بھر میں پورا کیا اور دم آخریں تک مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے' نوجوانی میں حضرت مرزا محمد جان دہلوی چشتی نظامی نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے' شجرہ طریقت اس طرح ہے۔

حضرت بابا محمد مستقیم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مرزا محمد جان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سائیں مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے زندگی کا طویل عرصہ اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں گزارا' آپ کا معمول تھا کہ آدھی رات کے بعد بیدار ہو کر تنہا مسجد کو چلے جاتے اور نوافل ادا کرتے' بعد نماز فجر اشراق کے نوافل ادا کر کے گھر آتے' کھانا کھا کر ''حزب البحر'' اور دلائل الخیرات'' کی منزل پڑھتے' دونوں وقت کھانا کھا کر دو تین روٹیاں لے کر گاؤں کے باہر چلے جاتے' جو کوّں' کتوں' بلیوں' کیڑوں اور چونٹیوں کو بھور بھور کر کھلاتے' زوال کا وقت ختم ہوتے ہی مسجد چلے جاتے' نماز ظہر ادا کر کے عصر تک نوافل ادا فرماتے' نماز عصر کے بعد گھر آ کر کھانا کھاتے اور پھر مسجد میں چلے جاتے' پھر نماز عشاء کے بعد گھر آ کر لیٹ جاتے۔

قرآن مجید سے ایسا لگاؤ تھا کہ اگر کوئی قاری اعراب میں غلطی کرتا تو آپ فوراً اس کی تصحیح کرتے رضائے الٰہی کی طلب کا اس قدر غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ اپنے گاؤں موضع کاکڑ میں کریانہ کی بھری دُکان کو راہ خدا میں لُٹا دیا' لوگ سامان اُٹھا اُٹھا کر لے جا رہے تھے اور آپ کھڑے مسکرا رہے تھے۔

ہم عصر علماء و مشائخ میں سے مولانا سید دیدار علی شاہ الوری' پیر سید عبدالغنی جالندھری' پیر سید ظہور شاہ جلالپوری' پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری' مولانا غلام رسول موچھلاں والے' مولانا پیر غلام یسین ڈومیلی والے' مولانا محمد حسین گوندلوی' حکیم فیروز الدین طغرائی کشمیری' مولانا محمد عالم آسی امرتسری' مولانا بابا سلام امرتسری' حضرت پیر عبدالخالق کوٹ عبدالخالق والے سے گہرے مراسم تھے۔

آپ کے پوتے الحاج شیخ لطیف احمد چشتی (کامونکی منڈی) بیان کرتے ہیں کہ ہماری مالی حالت پتلی تھی' ایک مرتبہ میرے برادر کلاں الحاج شیخ غلام صادق صاحب نے باباجی سے شکایت کی کہ اتنے لوگ آپ سے دعائیں کراتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں' آپ ہمارے رزق میں فراوانی کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ باباجی نے فرمایا کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام بھی نبی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی تھے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے بادشاہی اختیار کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقر کو اختیار کیا' دونوں پیغمبر ذی شان نبی تھے' لیکن دنیا میں اپنی اپنی مرضی کی راہ اختیار کی' میں نے بھی فقر کو اختیار کیا' میری زندگی میں آپ کو تنگی اور عسرت برداشت کرنا ہوگی' میرے انتقال کے بعد آپ کو غریبی کی شکایت نہیں رہے گی' الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔

شیخ لطیف احمد چشتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بعد نماز عشاء بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر اطلاع دی کہ ہمارے گاؤں کے قریب بہنے والی ندی کے دھوبیوں والے پتن پر فلاں آدمی کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور مارگزیدہ تڑپ رہا ہے' بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاع دہندہ کو کہا کہ جلدی سے مسجد کے گھڑے میں سے ایک پیالہ پانی لاؤ' وہ لے آیا تو آپ نے پانی پر دم کیا اور کہا کہ پی جاؤ' اس نے کہا: بابا جی مجھے تو سانپ نے نہیں کاٹا' بابا جی نے غصہ سے فرمایا کہ تم پی جاؤ' ان شاء اللہ مارگزیدہ کو وہاں آرام آجائے گا' اس نے پانی پی لیا اور چلا گیا' کچھ وقفہ کے بعد وہ دونوں آئے اور مارگزیدہ نے تسلیم کیا کہ اطلاع دہندہ کے پانی پینے سے میری درد اُسی وقت ختم ہوگئی تھی۔

شیخ لطیف احمد چشتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بابا جی کے ساتھ وضو کر رہا تھا' آپ نے فرمایا کہ تم سلسلہ چشتیہ کے اوراد و وظائف نوٹ کر لو' زندگی میں فرصت ملے تو رہنمائی موجود ہوتی ہے' میں نوعمر تھا' عرض کیا: بابا جی جو وظائف آپ نے پہلے بتا رکھے ہیں انہیں پڑھ کر تو کوئی خاص چیز حاصل نہیں ہوئی' یہ سن کر آپ نے مجھے بازو سے پکڑ کر مسجد میں بٹھا لیا اور فرمایا کہ کیا کچھ حاصل ہونے کو اللہ تعالیٰ کے پاس گندم بھیجی ہے؟ جس کا معاوضہ تم مانگ رہے ہو' وہ اللہ پاک ہے' اس کی یاد ہمارا فرض ہے' اس کی عبادت اس کا حق ہے' خبردار زندگی میں کسی وظیفہ پر اللہ تعالیٰ سے کچھ طلبی کی خواہش نہ کرنا' وہ خود اپنے فضل وکرم سے دیدے وہی اس ذات کی کرم نوازی ہے۔

آپ نے حضرت مولانا قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے روافض کے ردّ میں ایک کتاب بنام "دعوت الحنفیہ فی اصلاح عقائد شیعہ" مرتب کر کے شائع کی۔

اولاد میں ایک لڑکا شیخ غلام یٰسن اور ایک لڑکی پیدا ہوئی' حاجی شیخ غلام یٰسن صاحب کے دو بیٹے حاجی غلام صادق اور شیخ لطیف احمد چشتی ہوئے' یہ بھی صاحب اولاد ہیں' بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۶ ار مضان المبارک ۱۳۶۲ھ/ ۱۷ ار ستمبر ۱۹۴۳ء کو وصال فرمایا اور قصبہ گگو ماہل تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں اپنے عزیزوں کے قبرستان میں دفن ہوئے' ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کا مزار اور دوسری قبور سکھوں نے منہدم کر دیں۔

(مکتوب شیخ لطیف احمد چشتی' کامونکی ضلع گوجرانوالہ' بنام راقم خلیل احمد رانا' محررہ ۲۶ رجنوری ۱۹۹۷ء)

صوفی غلام محمد امرتسری المعروف بابا گھوڑیاں والا

قبلہ صوفی غلام محمد المعروف بابا گھوڑیاں والا' قوم جٹ بمقام گھڑیال شریف تحصیل پٹی ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے' ولادت تقریباً ۱۸۹۰ء میں ہوئی' بچپن ہی سے دل میں شوق الٰہی تھا لہذا ایک دفعہ اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے کہ خاندان سادات کا ایک بزرگ اتفاق سے آپ کے پاس سے گزرا' آپ آداب بجالائے اور ہر طرح سے ان کی خدمت کی' ان بزرگ نے فرمایا: غلام محمد تیرا فیض روحانیت ضلع ہوشیار پور موضع دارا پور میں ایک نہایت ہی پاکباز بزرگ میاں محمد بخش قادری (علیہ الرحمہ) کے پاس ہے۔

آپ شام کو کام سے فارغ ہو کر جب گھر آئے تو تمام کنبے کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں آج سے تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہوں' فقط ایک چادر کندھے پر ڈالی اور گھر بار چھوڑ کر پا پیادہ امرتسر پہنچے' پھر وہاں سے جالندھر پہنچ کر اڈمڑ ٹانڈہ ہوتے ہوئے موضع دارا پور پہنچے۔

جب میاں محمد بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا ہوں' بابا گھوڑیاں والے چند مہینے اپنے مرشد کی خدمت میں رہے بعد میں بحکم مرشد قصبہ مکیریاں کے مشرق میں چار میل دور ایک موضع پنج ڈیرہ کے نواح میں ایک جنگل فتو آنہ میں مستقل قیام فرمایا' اپنے پاس دو چار گھوڑیاں رکھتے تھے' اس لیے بابا گھوڑیاں والا کے نام سے معروف ہوئے' فتو آنہ کے جنگل میں آپ نے سخت ریاضت ومجاہدے کئے' رات بیداری میں گزرتی اور دن میں کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں

کی خدمت کرتے، ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے پاکستان ہجرت کر آئے اور زیادہ تر فیصل آباد، جڑانوالہ اور کامونکی (گوجرانوالہ) میں اپنے مریدوں کے ہاں رہتے، مگر ان پر بوجھ نہ بنتے، ۱۹۹۱ء سے چند سال پہلے ان کا وصال ہوا، موضع سریاں والا نواح شیخوپورہ میں مزار بنا، آپ کے مریدین ہر سال عرس کرتے ہیں۔

(میاں عطاء اللہ ساگر وارثی، مشائخ ہوشیار پور، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۶۴)

حاجی محمد شریف جگدیوی امرتسری

آپ اکابر اولیاء اللہ سے تھے، بڑے شریف النفس، حلیم المزاج، سرچشمہ فیض والطاف تھے، خواجہ بخت جمال جھنگی والہ (ضلع ہوشیار پور، مشرقی پنجاب) کے بڑے خلیفوں میں سے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲/جمادی الاولیٰ ۱۰۵۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی، تربیت و تعلیم ظاہری وہیں پائی، جب آپ کی عمر ننانوے سال ہوئی تو درگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکم ہوا کہ تم تبلیغ دین حق کے لیے پنجاب میں جاؤ، چنانچہ آپ سفر کرتے ہوئے ۱۱۵۲ھ میں ہندوستان پنجاب میں بمقام جگدیو کلاں ضلع امرتسر تشریف لائے۔

آپ نے پنجاب میں آ کر حضرت خواجہ بخت جمال صاحب تیر انداز جھنگی والا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی، انہوں نے آپ کو نعمت خلافت وولایت سے مشرف فرما کر جگدیو میں رہنے کا حکم دیا، آپ نے پندرہ سال تک لوگوں کو راہ حق کی طرف رہنمائی کی، آپ کی وفات ۲۳/ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ کو ہوئی، مزار موضع جگدیو ضلع امرتسر میں ہے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ، جلد سوم، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، ص ۲۲۷)

خواجہ محمد عاقل امرتسری

آپ حضرت خواجہ بخت جمال جھنگی والا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے، موضع گگومنج ضلع امرتسر میں سکونت رکھتے تھے، آپ کے والد کا نام شاہ کمال چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) تھا، جن کا

مزار موضع رائے متصل اچھرہ لاہور میں ہے' آپ کا سلسلہ فقر پنجاب میں خوب پھیلا' آپ کا مزار موضع لگو منج ضلع امرتسر میں ہے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی' شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ سوم' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' ص ۲۳۴)

میاں پیر شاہ تھرپالوی امرتسری

آپ شیخ ہاشم شاہ تھرپالوی (رحمۃ اللہ علیہ) بن حاجی محمد شریف جگدیوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے' آپ کا اصلی نام محمد شاہ عرف پیر شاہ تھا۔

آپ کی پیدائش یکم شعبان ۱۲۱۰ھ/ ۱۰ ر فروری ۱۷۹۶ء کو بمقام جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں ہوئی' علم حدیث' فقہ' ادب پڑھا' اپنے والد ماجد کے کلام کو ترتیب دیا' بہت سے لوگ آپ سے علم ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوئے' آپ کے دو بیٹے میاں حیات شاہ اور میاں نتھے شاہ تھے' آپ کی وفات ۱۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۲۷۹ھ/ ۱۲ ر نومبر ۱۸۶۲ء کو ہوئی' آپ کا مزار موضع تھرپال تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی' شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ پنجم' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' ص ۲۳)

سید جانی شاہ میراں کنہامی امرتسری

آپ کا آبائی وطن شہر کنہام ملک ہندوستان تھا' آپ نے بعمر ستر سال میاں سلطان محمد بن میاں محمد اکرم سچیاروی نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی' اُس وقت وہ تکونڈی چودھریاں' ریاست کپورتھلہ میں گئے ہوئے تھے' بیعت کے بعد اپنا ایک فرزند مرشد صاحب کی نذر کر دیا۔

میاں سلطان محمد صاحب جب سفر سے واپسی پر موضع فتح پور راجپوتاں مضافات امرتسر پہنچے تو آپ نے فرمایا: تمہارا مقام ارشاد یہی ہے' چنانچہ آپ نے وہیں ڈیرہ لگا دیا' ناجے والی کھوئی پر جا کر عبادت کیا کرتے اور شیخ غلام حسین چھاپہ والے کے مزار سے بھی روحانی استفاضہ کیا کرتے اور ہر سال نوشہرہ شریف کے عرس پر بھی حاضر ہوا کرتے۔

آپ کا بیٹا چھ سال تک میاں سلطان محمد صاحب کے پاس وضو کرانے کی خدمت میں رہا اور وہیں انتقال کر گیا' میاں صاحب نے آپ کو اطلاع پہنچائی' آپ نے سنا تو فرمایا کہ اگر میرا شیخ اس پر راضی ہے تو تو مجھے اس کی وفات کا کوئی غم نہیں۔

ایک بار آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی' لوگوں نے کہا: آپ اندر چلیں' مگر آپ وہیں بیٹھے رہے' جب بارش تھم گئی تو دیکھا گیا کہ آپ حاضرین مجلس سمیت بالکل خشک تھے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی' شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ پنجم' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' ص ۳۱' ۳۲)

سید شیر شاہ کرھالوی امرتسری

آپ سیّد احمد شاہ عرف امیر علی شاہ کے مرید تھے' وہ مرید سیّد صدر الدین کے' وہ مرید شاہ کمال کے' وہ مرید شاہ جمال پٹی والہ کے تھے۔

آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہتے تھے' آپ کا لنگر جاری رہتا تھا' کرامات میں تصرف کا ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے سپاہیا نامی خوجہ دکاندار سے مصری مانگی اُس نے کہا: میرے پاس نہیں ہے' آپ نے کہا: تو اپنے برتنوں میں دیکھ تو سہی' جب اُس نے دیکھا تو سب برتنوں میں مصری پڑی تھی' وہ یہ کرامت دیکھ کر مرید بن گیا۔

سیّد شیر شاہ کی وفات ۷ ر رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ/ ۲۵ ر مارچ ۱۸۹۳ء کو ہوئی' آپ کا مزار موضع کرہالہ ضلع امرتسر مشرقی پنجاب میں ہے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی' شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ ششم' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' ص ۷۹)

بابا امام شاہ سَید پوری

آپ کی سکونت موضع سَید پور ضلع امرتسر میں تھی' یہ گاؤں امرتسر سے پندرہ کوس مشرق کی طرف ہے' آپ بابا غفور شاہ کے مرید تھے اور حاجی عطا محمد جھنگی والہ سے بھی فیض صحبت

حاصل ہوا، آپ کا مشرب وحدت الوجود تھا، فارسی، اُردو، ہندی اور پنجابی میں شعر کہا کرتے تھے، اپنے مشائخ کی مدحیات میں آپ کی کئی نظمیں ہیں، آپ کی وفات ۱۳۳۷ھ/1919ء میں ہوئی۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ، جلد سوم، حصہ نہم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۷)

میاں حکیم نتھے شاہ جگدیوی امرتسری

آپ میاں پیر شاہ ولد شیخ ہاشم شاہ ٹھرپالوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے تھے، بیعت وخلافت اپنے بڑے بھائی میاں حیات شاہ ٹھرپالوی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی، آپ کی پیدائش ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں ہوئی، آپ چار سال عمر کے تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، تعلیم وتربیت اپنے بڑے بھائی صاحب سے پائی۔

آپ جلیل القدر، عزیز العلم، کثیر الحلم تھے، شکل وصورت میں اپنے دادا صاحب کے مشابہ تھے، علم طب میں مہارت تامہ حاصل تھی، طبیعت خاموشی پسند تھی، ۵ رجب ۱۳۲۷ھ کو وفات ہوئی، آپ کا مزار جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں ہے۔

(سید شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ، جلد سوم، حصہ ہفتم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۳۸۴)

صوفی محمد دین رمداسی امرتسری

آپ کا مولد قصبہ رمداس ضلع امرتسر ہے، وہیں پروان چڑھے، پیر سید جماعت علی لاثانی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، پیر خانے میں مہمان نوازی کی خدمت پر مامور تھے حضرت قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد سجادہ نشین سے آخر دم تک وابستہ رہے، قیام پاکستان کے بعد گوجرہ منڈی ضلع فیصل آباد میں سکونت پذیر ہوئے، ہر سال اپنے شیخ کا عرس منعقد کرواتے تھے، خطیب پاکستان مولانا صوفی غلام حسین گوجرہ والے انہی کے فرزند تھے، نومبر ۱۹۸۱ء میں گوجرہ منڈی ضلع فیصل آباد میں رحلت فرمائی۔

(پروفیسر محمد حسین آسی، انوار لاثانی، مطبوعہ علی پور سیداں سیالکوٹ ۱۹۸۳ء، ۲۶۱)

پیر محمد شریف رمداسی امرتسری

رمداس ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے' حضرت محمد شاہ صاحب المعروف ککی والوں کی اولاد میں سے تھے' زہد و تقویٰ میں بقیۃ السلف تھے' دربار شریف حضرت لاثانی علی پور سیداں میں حاضری کے دوران فرائض امامت انہی سے متعلق ہوتے تھے' حضور قبلہ عالم لاثانی شاہ صاحب کے دور مبارک میں مریضوں اور سائلوں کے کام انہی کے سپرد تھے' اپنی سال بھر کی کمائی دربار اقدس میں پیش کرنا ان کا معمول رہا' مزار اقدس حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے قدموں میں ہے۔

(پروفیسر محمد حسین آسی' انوار لاثانی' مطبوعہ علی پور سیداں سیالکوٹ ۱۹۸۳ء' ص ۶۴)

پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ امرتسری

آپ کوہالی ضلع امرتسر میں سکونت پذیر تھے' شب زندہ دار اور اوراد وظائف کے بہت پابند تھے' بظاہر پڑھے ہوئے نہیں تھے مگر شیخ کامل پیر جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری علیہ الرحمہ کی نظر کرم نے سب کچھ پڑھا دیا' خلافت سے نوازے گئے' مزار مبارک جلو موڑ لاہور میں مرجع عوام و خواص ہے۔

(پروفیسر محمد حسین آسی' انوار لاثانی' مطبوعہ علی پور سیداں سیالکوٹ ۱۹۸۳ء' ص ۶۵)

میاں ابراہیم نقشبندی قادری چشتی امرتسری

آپ موضع مُڈ ضلع امرتسر میں ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے' آپ میاں شمس الدین علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ تھے' آپ سلسلہ چشتی' نقشبندی اور قادری میں بیعت کرتے تھے' آپ نے ۱۹۳۸ء میں وفات پائی اور موضع مُمہ نزد بھلیو وال اجنالہ ضلع امرتسر میں دفن ہوئے' آپ کے مرید حکیم محمد انور اعجاز چشتی نقشبندی' آستانہ نقشبندی جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور میں ہیں۔

(احمد بدر اخلاق' تذکرہ مشائخ ارائیاں' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء' ص ۶۰)

میاں خزاں شاہ امرتسری

سائیں خزاں شاہ عابد وزاہد تھے، جھنگی گلاب شاہ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں جس جگہ آکر بیٹھے تھے وہاں ٹبہ تھا درخت بعد میں لگائے گئے، آپ قادری نوشاہی سلسلہ سے تھے، اپنے علاقہ میں مشہور اور باعزت تھے۔

(احمد بدر اخلاق، تذکرہ مشائخ ارائیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۹۶)

حاجی میاں عبدالرشید سلطانی قادری امرتسری

حاجی میاں عبدالرشید سلطانی قادری آوانی علیہ الرحمہ ۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۲ھ میں امرتسر کے محلہ کٹرہ موتی رام میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت الحاج میاں محمد عبداللہ تھا، اور والدہ ماجدہ کا نام حجن بی بی غلام فاطمہ المعروف "بے جی" تھا، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور تعلیم جدید اسلامیہ ہائی سکول امرتسر سے حاصل کی۔

میاں صاحب کا تعلق ایک علمی اور دینی گھرانے سے تھا، آپ کے نانا میاں فضل الدین امرتسری اور قریبی عزیز میاں مستری احمد بخش رتہ روڈ راولپنڈی والے حضرت قاضی سلطان محمود علیہ الرحمہ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے، اوائل عمر ہی میں آپ کے والدین آپ کو حضرت قاضی سلطان محمود علیہ الرحمہ کے پاس لے گئے، حضرت قاضی صاحب نے درازی عمر کی دُعا دی اور خصوصی توجہ فرمائی، میاں عبدالرشید سلطانی ساری زندگی حضرت قاضی صاحب اور ان کے سجادہ نشین صاحبزادہ محبوب عالم کے حضور باقاعدہ حاضری دیتے رہے، محبت کا یہ عالم تھا کہ جب سکیم نمبر ۲ شادباغ میں رہائش اختیار کی تو اس چوک کا نام سلطانی چوک رکھا۔

حضرت میاں صاحب ہر سال حضرت قاضی سلطان محمود علیہ الرحمہ کے عرس کا اہتمام کرتے، آپ ایک ماہر طبیب بھی تھے، مستحق اور غریب مریضوں کا علاج بلا معاوضہ فرماتے۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کے بعد لاہور آ گئے' آخری عمر تک حضرت سیدی علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے رہے' لاہور میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ آپ کے خاص دوستوں میں سے تھے' حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر حاضری دینے کے بعد حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ سے مل کر آتے۔

۱۰ جنوری ۱۹۹۸ء/ ۱۱ ر رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ کو بروز ہفتہ بوقت دن ساڑھے گیارہ بجے وصال فرمایا اور نزد دربار حضرت بابا فیروز الدین علیہ الرحمہ قبرستان میانی صاحب لاہور مدفون ہوئے۔ (مکتوب متین کاشمیری لاہور بنام خلیل احمد رانا' محررہ ۱۹ر فروری ۱۹۹۸ء)

حضرت خواجہ احمد شاہ امرتسری

آپ بڑے عالم' نیک' متقی اور پارسا بزرگ تھے' حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ سے خلافت پائی' بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور داخل سلسلہ کر کے پکا دیندار بنایا' پروفیسر محمد طاہر فاروقی (پشاور) لکھتے ہیں کہ میں نے ان کی زیارت کی ہے۔
(پروفیسر محمد طاہر فاروقی' سیرت امیر ملت' مطبوعہ لاہور ۱۳۹۴ھ' ص ۷۱۳)

حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ امرتسری

آپ میر سعد اللہ صاحب امرتسری کے بڑے بھائی تھے' قبلہ عالم حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ سے خلافت پائی' ان کا سارا خاندان حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمہ کے عقیدت مندوں میں تھا اور سب پیر خانہ کی خدمت میں سرگرم رہتے تھے' ڈاکٹر صاحب بڑے نیک' متقی اور دیندار بزرگ تھے' آپ نے حضرت قبلہ عالم علی پوری علیہ الرحمہ کے ہمراہ کئی حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی' اپنے شیخ سے والہانہ محبت عقیدت رکھتے تھے۔ (پروفیسر محمد طاہر فاروقی' سیرت امیر ملت' مطبوعہ لاہور ۱۳۹۴ھ' ص ۷۴۳)

مولانا نواب الدین چشتی صابری امرتسری

حضرت مولانا نواب الدین ۱۸۷۰ء میں رمداس ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے' آپ کے والد میاں محمد موسیٰ الراعی قصبہ رمداس کے ایک زمیندار تھے' مولانا صاحب کی پیدائش سے دو تین ماہ قبل آپ کے والد انتقال کر چکے تھے' چنانچہ شریکوں نے زمین پر قبضہ کر لیا' والدہ نے محنت مزدوری کر کے آپ کی پرورش کی' مولانا کے محلہ ہی کے ایک بزرگ سید مقبول حسین شاہ جو سکول ماسٹر تھے' انہوں نے آپ کو اپنی تحویل میں لے لیا اور پرائمری تک تعلیم دی' پھر جامع مسجد کے خطیب مولوی فضل الرحمن صاحب نے آپ کو صرف نحو اور فارسی کی تعلیم دینا شروع کی' رمداس میں ہی مولانا عبدالعزیز صاحب جو بڑے عالم اور بزرگ تھے یہ بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے' آپ کا معمول تھا کہ استاد سے سبق پڑھنے کے بعد برادری کے کنوئیں پر چلے جاتے' وہیں سبق یاد کرتے اور فرصت کے اوقات میں ہیر وارث شاہ پڑھتے آپ کی آواز میں جادو تھا' خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے' اجمیر کی درسگاہ میں بھی آپ نے چار پانچ سال کے قریب قیام کیا۔

آپ کی بیعت خواجہ سراج الحق چشتی صابری کرنالوی ثم گورداسپوری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۳۱ء) سے تھی' زیادہ وقت ہندوستان اور پنجاب کے تبلیغی دوروں میں گزارا اور قادیانی فتنہ کی خوب سرکوبی کی' ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۶۵ھ/ ۲۵ مئی ۱۹۴۶ء کو ہوا۔

(احمد بدر اخلاق' تذکرہ مشائخ ارائیاں' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء' ص ۱۷)

سائیں خیر الدین چشتی صابری

آپ تقریباً ۱۸۵۷ء میں چودھری امام دین صاحب کے گھر شہر امرتسر محلہ نوگزا میں پیدا ہوئے' آپ کے ننھال موچی دروازہ لاہور میں رہتے تھے' آپ بھی موچی دروازہ لاہور میں اپنے ننھال کے پاس آ گئے' آپ میاں اللہ بخش چشتی صابری کے مرید تھے' آپ زاہد و عابد اور صاحب ذکر و فکر تھے' ۲۷ ۱۳ھ/ ۱۹۵۲ء بروز آخری چہار شنبہ کو لاہور میں وفات

پائی، میانی صاحب قبرستان میں احاطہ سائیں ساون کے قریب دفن ہیں۔
(احمد بدر اخلاق، تذکرہ مشائخ ارائیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۷۶)

حافظ مظہر الدین چشتی صابری

آپ سنکوہا ضلع گورداسپور میں ۱۴ار میں پیدا ہوئے، آپ علامہ مولانا نواب الدین رمداسی، سنکوہی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے، جو حضرت سراج الحق صاحب چشتی صابری کے مرید تھے، حافظ صاحب نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت حافظ صاحب نے ۱۹۲۵ء میں ابتدائی تعلیم علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے قائم کردہ مدرسہ نقشبندیہ میں صاحبزادگان کے ساتھ تین سال تک حاصل کی، پٹیالہ کی سلمٰی نامی خاتون سے قرآن مجید حفظ کیا، مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں ۳۲-۱۹۳۱ء میں تعلیم حاصل کی، یہاں پر مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی آپ کے ہم درس تھے اس کے علاوہ نامور عالم دین مولانا غلام جہانیاں (ڈیرہ غازی خان) سے اور دربار شریف حضرت موسیٰ پاک شہید (ملتان) سے ملحقہ مدرسے سے بھی تعلیم حاصل کی، آپ مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں بھی پڑھتے رہے اور امرتسر کی عظیم شخصیت علامہ مولانا محمد عالم آسی سے کسب فیض کیا، حضرت حافظ صاحب رمداس ضلع امرتسر مسلم لیگ کے صدر بھی رہے اور ۴۵-۱۹۴۷ء کے دوران تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آپ علمی و ادبی حلقوں میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے اور ایک جید عالم، بلند پایہ شاعر اور باکمال مقرر بھی تھے، خصوصاً آپ نے شاعری کی صنعت نعت گوئی میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

آپ کا وصال ۲۲ مئی ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں ہوا، ۲۳ مئی ۱۹۸۱ء کو قبرستان عید گاہ راولپنڈی میں آپ جسد خاکی کو عارضی طور پر دفن کیا گیا، پھر ایک سال بعد آپ کے تابوت مبارک کو مری کی راہ میں پھتر کے قریب دفن کیا گیا، تابوت میں آپ کا جسم مبارک ایسی حالت میں تھا کہ جیسے ابھی دفن کیا گیا ہے۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۰)

مولانا غلام محمد ترنم امرتسری

مولانا غلام محمد ترنم ولد عبدالعزیز ۱۹۰۰ء/ ۱۳۲۰ھ میں امرتسر میں پیدا ہوئے، آپ کشمیری گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بہنوئی پروفیسر خالصہ کالج امرتسر شعبہ عربی سے حاصل کی، بعد میں علامہ عرشی امرتسری سے بھی فیضیاب ہوئے، قالین بافی اور شال بافی کا کام بھی سیکھا، شاعری میں حکیم فیروز الدین طغرائی سے اصلاح لی، مولانا محمد عالم آسی امرتسری سے عربی علوم میں دسترس حاصل کی، علم طب میں حکیم علی محمد، حکیم فتح چند، حکیم محبوب عالم اور حکیم شہزادہ غلام محمد لاہوری سے حاصل کیا، آپ کا شمار امرتسر کے نامور علماء میں ہوتا تھا، تحریک پاکستان میں بھی بڑا کام کیا، قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے اور بیڈن روڈ پر رہائش کی، گوالمنڈی ریلوے روڈ پر امرت دھارا بلڈنگ میں مطب کھولا، سول سیکرٹریٹ لاہور کی مسجد تعمیر کرائی اور اس میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے، اس کے علاوہ مسجد حنفیہ موری دروازہ میں بھی کچھ عرصہ خطابت کی، حضرت داتا گنج بخش کی مسجد میں بھی درس دیتے رہے، جمعیۃ العلماء پاکستان کے نائب صدر رہے اور بعد میں مرکزی صدر بھی منتخب ہوئے، آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت حافظ پیر جماعت علی شاہ علی پوری سے بیعت تھے، آپ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے فیلو اور سنڈیکیٹ کے رکن بھی رہے، آپ نے چند علمی تبرکات بھی یادگار چھوڑے ہیں۔

(۱) نعتیہ کلام

(۲) دستور پاکستان، چالیس صفحات پر مشتمل فاضلانہ مقالہ

(۳) مقدمہ وحواشی ''بطل نبوت

(۴) الجہاد وغیرہ۔

آپ نے ۱۷ محرم ۱۳۷۹ھ/ ۲۴ جولائی ۱۹۵۹ء کو ذیابیطس کے عارضہ کے باعث جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو لاہور میں وفات پائی، نماز جنازہ مفتی اعظم سیّد ابوالبرکات لاہوری نے پڑھائی، آپ کی ابدی آرامگاہ قبرستان میانی صاحب میں بہاولپور

روڈ پر واقع ہے۔ (حکیم محمد موسیٰ امرتسری' مولانا غلام محمد ترنم' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ملخصاً)

مولانا ابوالبیان محمد داؤد فاروقی امرتسری

''سیرت غوث اعظم قدس سرہٗ'' کے مؤلف مولانا ابوالبیان محمد داؤد فاروقی علیہ الرحمۃ حضرت علامہ نور احمد پسروری ثم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مصحح و محشی مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی و خلیفہ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی کے فرزند سوم تھے' انہوں نے ایف' اے تک جدید تعلیم حاصل کی تھی اور دینی تعلیم اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری (خلیفہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی) اور مفتی عبدالرحمن ہزاروی سے پائی' جناب ابوالبیان شعر و شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے' چنانچہ علم عروض کی تحصیل بھی حضرت مولانا آسی سے کی۔

مولانا محمد داؤد فاروقی ایک بلند پایہ خطیب تھے اور اوائل عمر ہی میں تالیف و تصنیف کا شغل اختیار کر لیا تھا' عین شباب میں ان کی سحر بیانی کا ڈنکا بجنے لگا تھا' شدھی تحریک کے دنوں میں انہوں نے خطابت کے خوب خوب جوہر دکھائے اور اس کی پاداش میں مہمان جیل بھی رہے' حضرت مولانا نور احمد کے انتقال پُرملال کے بعد اپنی خداداد صلاحیت و اہلیت کی بنا پر ان کے جانشین مقرر ہوئے' چنانچہ تاحیات مسجد شیخ بڈھا اور عیدگاہ کی خطابت کے علاوہ انجمن اسلامیہ امرتسر کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منتظم رہے' مولانا محمد داؤد سے قبل حضرت مولانا نور احمد یہ خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔

خاندانی تعلقات اور ہمسائیگی کے علاوہ راقم الحروف (محمد موسیٰ) نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۲ء تک مولانا محمد داؤد کو بہت قریب سے دیکھا' ان ایام میں وہ فقیر منش درویش دوست اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق تھے' انہوں نے بچپن میں حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی' زندگی کے آخری سالوں میں حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی سجادہ نشین بسی نوشریف (ضلع ہوشیار پور) رحمۃ اللہ علیہ مدفون پاک پتن شریف سے اکتساب فیض کیا' مولانا داؤد پر جب فقر و درویشی کا غلبہ ہوا تو انہوں نے اپنی

مصروفیات کو بہت محدود کرلیا تھا، صرف حسب ذیل معمولات کو بطریق احسن نبھاتے رہے۔

خطبہ جمعہ، خطبات عیدین، انجمن اسلامیہ امرتسر کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی محفل میلاد کا انعقاد و انصرام اور اس میں میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر تقریر دل پذیر، معراج النبی ﷺ، شب برآت، لیلۃ القدر کی تین راتوں میں مسجد شیخ بڈھا میں محافل ذکر منعقد کرواتے اور آخر میں صلوٰۃ وسلام مع القیام ہوتا، اور ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ محفل نعت منعقد کراتے، حضرت داتا گنج بخش اور حضرت مجدد الف ثانی کے عرسوں میں باقاعدگی سے حاضری دیتے اور تقریر بھی کرتے، کبھی کبھی حضرت علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کے عرس میں بھی شرکت کرتے، امرتسر میں عید میلاد النبی ﷺ اور بڑی گیارھویں شریف کے جلوس نکلتے تھے، ان جلوسوں کی قیادت مولانا پیر عبدالسلام ہمدانی، مولانا غلام محمد ترنم اور ابوالبیان محمد داؤد فاروقی کرتے تھے، مولانا ابوالبیان کثیر التصانیف عالم تھے، چند ایک نام یہ ہیں۔

سیرت غوث اعظم، سیرت امام ربانی، خون کربلا، چاہ بابل، آسمانی کڑک (ردّ مرزائیت)، مرزائیوں سے بائیکاٹ، سوانح صابر کلیری وغیرہ، آخر عمر میں جواز میلاد شریف پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی اور ایک مجموعہ مواعظ بھی ترتیب دیا تھا، یہ نوادرات ان کی وفات کے بعد کسی نے چرا لیے۔

مولانا ابوالبیان کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں، ان کے بڑے بھائی مولانا سلیمان فاروقی نے صرف اس قدر بتایا کہ بوقت وفات ان کی عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔

مولانا ابوالبیان کی وفات پر اخبار الفقیہ امرتسر نے مندرجہ ذیل نوٹ شائع کیا۔

"مولانا داؤد صاحب ابن حضرت مولانا حاجی نور احمد صاحب پسروری حنفی امرتسری خطیب جامع مسجد شیخ بڈھا مرحوم و خطیب عیدگاہ امرتسر چند یوم بیمار رہ کر عین عالم شباب میں یکم جون ۱۹۴۲ء کو انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم نہایت خوش بیان واعظ تھے، امرتسر کی بیشمار خلقت نماز جنازہ میں شریک ہوئی، خدا تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ہمیں ان کے خاندان سے اور ان کے بڑے بھائی مولوی محمد سلیمان صاحب بی اے سے دلی ہمدردی ہے"۔

ایڈیٹر ''الفقیہ''

مولانا ابوالبیان کی وفات حسرت آیات پر ہر شخص کو شدید صدمہ ہوا' جب جنازہ اُٹھا تو پیر و جوان دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے' انجمن پارک کے وسیع گراونڈ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور مسجد نور سے متصل والد گرامی قدر (حضرت مولانا نور احمد) کے پہلو میں محوخواب ابدی ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات از حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمہ

سُنی مرگ داوٗد کی جو خبر
ہوئے فکر تاریخ میں ہوش گم
سن وصل پر یوں پکارا سروش
کہو ''مولوی داخل خلد'' تم

۱۳۶۱ھ

مولانا ابوالبیان کی تمام تصانیف سے عمدہ کتاب ''سیرت سیدنا غوث اعظم'' رضی اللہ عنہ ہے' جو ایک عرصہ سے نایاب تھی' اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا صاحبزادہ محمد سعد سراجی الملقب بہ ''مرشد بابا'' کو کہ انہوں نے خانقاہ موسیٰ زئی شریف سے اسے دوبارہ طبع کرا دیا ہے' جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ (مضمون ''ابوالبیان محمد داوٗد فاروقی'' از حکیم محمد موسیٰ امرتسری' ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور (ساہیوال)' شمارہ مارچ ۱۹۸۰ء' ص ۲۸ تا ۳۰)

مولانا پیر محبوب احمد خیر شاہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خاص امرتسر کے رہنے والے تھے' بڑے عالم بزرگ اور ولی اللہ تھے' آپ

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت امیر ملت کی معیت میں بکثرت تبلیغی دورے کئے اور گاؤں گاؤں جا کر تبلیغ وارشاد کی شمع فروزاں کی، آپ نے دکن، میسور اور کالی کٹ (جنوبی ہندوستان) کے دور دراز علاقوں میں ایسی شاندار تبلیغی خدمات انجام دیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، لوگ آپ کو "میر واعظ" کے نام سے پکارتے تھے، آپ فن مناظرہ میں طاق تھے، بیسیوں مناظروں میں آپ نے مخالفین کو شکست دی، پنجاب ودکن میں ہزاروں آدمی آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوئے، اپنے شیخ طریقت سے بڑی محبت رکھتے تھے، تبلیغی مصروفیات کے باوجود آپ نے درج ذیل کتابیں بھی تحریر کیں:

(۱) برکات علی پور شریف

(۲) شرح اورادِ فتحیہ

(۳) الکتاب المجید فی وجوب التقلید

(چند سال پہلے اسلامیہ کتب خانہ مردان، صوبہ سرحد نے اس کتاب کے طبع اوّل عبدالاحد اپیل نویس تاجر کتب ہال بازار امرتسر کا عکس شائع کیا ہے، اس کتاب کے متعلق مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ قیامت تک جس قدر "تقلید" پر اعتراضات ہوں گے اُن کے کلی طور پر اصولی قاعدہ سے جوابات دیئے گئے ہیں۔)

(۴) السیوف البارقہ علی رؤس الملاحدہ المقلب بہ برآں بر دشمن محبوب سبحانی المعروف

(فاتحہ خوانی، مطبوعہ امرتسر ۱۹۰۷ء)

(۵) الغضب من اللہ علی من تبع ثناء اللہ المعروف بہ خاص بجلی بر دشمن جماعت علی

ز (مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۹ھ)

(یہ کتاب ان اعتراضات کے جواب میں ہے جو ایڈیٹر اھل حدیث امرتسر نے اپنے اخبار شمارہ ۲۶ رمئی و ۲۱ رجولائی ۱۹۱۱ء میں کئے تھے۔)

(۶) الفضل من اللہ علی من قراء شیائ للہ۔

آپ کی وفات ۹ ررمضان المبارک ۱۳۳۸ھ / ۲۷ رمئی ۱۹۲۰ء کو ہوئی، مزار اقدس امرتسر (مشرقی پنجاب، ہندوستان) میں ہے۔

(محمد صادق قصوری، امیرِ ملت اور اُن کے خلفاء، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء، ص ۲۱۲ تا ۲۱۴)

مولانا نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نور احمد امرتسری ابن حکیم شہاب الدین (متوفی ۱۸۶۵ء) پسرور ضلع سیالکوٹ میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے، آپ معروف فارسی گو شاعر دلشاد پسروری کی نسل سے ہیں، نسب نامہ اس طرح ہے، نور احمد بن حکیم شہاب الدین بن حکیم شیخ عمر بخش بن حکیم شیخ محمد وارث بن دل محمد دلشاد پسروری۔

آپ نے ورنیکلر مڈل اسکول پسرور سے مڈل کا امتحان پاس کیا، علمِ دین مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا فضل الرحمن مراد آبادی (متوفی ۱۳۱۳ھ) اور مولانا امداد اللہ سے حاصل کیا، ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء میں آپ حج کرنے کے لیے عازم حجاز ہوئے، وہاں مدرسہ صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (متوفی ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء) سے مزید دینی علوم حاصل کئے، مدرسہ صولتیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کی ذہانت وقابلیت کے پیش نظر مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے آپ کو مدرسہ صولتیہ میں مدرس مقرر کر دیا، آپ نے تقریباً آٹھ برس یہاں تدریس کی، یہیں آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کی اور روحانی استفادہ کیا، (مشہور محقق حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ نے دیباچہ مکتوبات مجدد الف ثانی مطبوعہ لاہور، اُردو ترجمہ کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ آپ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہٗ متوفی ۱۳۴۱ھ کے مرید وخلیفہ تھے) قیام مکہ مکرمہ میں آپ حرم شریف میں روزانہ قرآن کریم کے دس پارے تلاوت کیا کرتے تھے، ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں واپس ہندوستان آگئے اور دیلور (علاقہ مدراس، جنوبی ہندوستان) میں مدرسہ باقیات صالحات قائم کیا، پھر ضلع رائے بریلی کے مدرسہ اسلامیہ سلون میں تشریف لے گئے اور ۱۸۹۷ء تک یہاں دینی علوم کی تعلیم دیتے رہے، ۱۸۹۸ء میں اہالیان امرتسر کی دعوت پر امرتسر تشریف لے آئے، ۱۹۰۶ء میں جامع مسجد شیخ خیر الدین میں مدرسہ نعمانیہ قائم کیا، ۱۹۱۴ء میں مسجد شیخ بڈھا واقع موری گنج چوک فرید امرتسر میں مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی، ۱۹۱۷ء میں انجمن حفظ المسلمین قائم کی اور قادیانیت کے ردّ میں لٹریچر شائع کیا

ایک رسالہ ''الفیض'' جاری کیا' جس کا پہلا شمارہ ۱۲/دسمبر ۱۹۲۳ء کو شائع ہوا۔
۱۳ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ/ ۱۴ جنوری ۱۹۳۰ء کو نمازِ فجر سے قبل امرتسر میں وصال ہوا۔

تصانیف

(۱) شرح وحواشی مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی' مطبوعہ ۱۳۲۷ھ امرتسر
(۲) مبداء ومعاد' حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ کی تصحیح وتشریح' مطبوعہ ۱۳۳۰ھ امرتسر
(۳) التنقید علی ورثۃ المفید' یتیم پوتے کی وراثت پر ایک محققانہ نظر' مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۷ء
(۴) ترجمہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی
(۵) شمائل ترمذی ترجمہ' مطبوعہ ۱۳۴۱ھ
(۶) ہدایۃ الطالبین' حضرت شاہ ابو سعید نقشبندی مجددی دہلوی کی فارسی تالیف کا اُردو ترجمہ' مطبوعہ ۱۹۲۶ء
(۷) ترجمہ ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں شہید' ماہنامہ الفیض امرتسر میں قسط وار نامکمل شائع ہوا' پہلی قسط ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی۔
(۸) شرح اسماء الحسنیٰ' اسماء الحسنیٰ کی نہایت عمدہ شرح وتفسیر' الفیض میں قسط وار شائع ہوئی۔
(۹) تصحیح کنز الہدایات' مولانا محمد باقر لاہوری بن مولانا شرف الدین خلیفہ خواجہ محمد معصوم سرھندی کی تصحیح ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئی۔

شاگردوں میں مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور' عطاء اللہ شاہ بخاری' مولانا ابو احمد عبد اللہ لدھیانوی' پیر محمد حسین ابن پیر جماعت علی شاہ علی پوری' مفتی عبد الرحمن ہزاروی' حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری' مولانا محمد داؤد (صاحبزادے)۔

دوسرے صاحبزادے کا نام محمد سلیمان فاروقی' مالک نور کمپنی پبلشرز لاہور' وفات ۱۹۷۴ء' مدفون قبرستان میانی۔

(ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین' تاریخ پسرور' مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۱ء' ص ۲۳۸ تا ۲۴۵)

مولانا حافظ غلام رسول موچھلاں والے

مولانا حافظ غلام رسول ولد مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں امرتسر کے ایک گاؤں "موچھل" میں پیدا ہوئے۔

بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا' ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی' درس نظامی کی تکمیل مفتی امرتسر مولانا غلام رسول قاسمی کشمیری المعروف بابا رُسل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) سے امرتسر میں کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا' آپ کے شاگردوں میں حافظ محمد عبداللہ' حافظ برکت علی' حافظ غلام محمد' مولانا غلام حیدر' مولانا عبدالخالق امرتسری' مولانا عبدالحق ٹانڈہ والے' جامع معقول ومنقول مولانا مہردین امرتسری ثم لاہوری اور آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحیم مشہور ہیں' تبلیغ دین کے لیے آپ اکثر اوقات سفر میں رہتے تھے۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ دین محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) سے بیعت کی اور خلافت سے نوازے گئے۔

آپ نہایت خلیق طبع اور نیک طینت انسان تھے' آپ کے حلقہ احباب میں مولانا نور احمد امرتسری' مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی' مولانا سلام الدین کشمیری جیسے بزرگ شامل تھے۔

آپ نے ۶۳ سال عمر پا کر ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء میں وصال فرمایا' مزار مبارک موضع موچھل ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب' ہندوستان) میں ہے۔

(مکتوب مولانا احمد حسن نوری' گوجرانوالہ' بنام خلیل احمد رانا' محررہ ۵/اپریل ۱۹۹۷ء)

مولانا حافظ پیر سیّد محمد عبدالغنی قادری ہمدانی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق کشمیری خاندان سے تھا' آپ حافظ قرآن' بڑے نیک پرہیز گار اور متقی عالم دین تھے' امرتسر میں آپ مینہ (بارش) والے پیر کے نام سے مشہور تھے' جب کبھی بارش

ی ضرورت ہوتی تو لوگ آپ کو لے جاتے اور دعا کراتے' اللہ کے فضل سے بارش ہو جاتی۔ (بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا عبدالغنی ہمدانی واعظ علیہ الرحمہ نے کٹرہ گرباسنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ امرتسر سے ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ کو بریلی شریف استفتاء ارسال کیا' جس کے جواب میں مرزائیت کے ردّ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا۔ (ماہنامہ تحفہ حنفیہ' پٹنہ' شمارہ رجب ۱۳۲۲ھ' ص ۱)

اس خط میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے لیے یہ القاب لکھے:

''بخدمت شریف جناب فیض مآب' قامع فساد وبدعات' دافع جہالت وضلالات' فخر العلماء الحنفیہ' قالع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا صاحب متعنا اللہ بعلمہ۔ (ماہنامہ تحفہ حنفیہ' پٹنہ' شمارہ رجب ۱۳۲۲ھ' ص ۳)

مولانا محمد عبدالسلام ہمدانی امرتسری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۵۵ء) نے ہمدانی منزل کٹرہ گرباسنگھ امرتسر سے چہار شنبہ (بدھ) ۱۱رذی قعدہ ۱۳۳۸ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط لکھا کہ حضرت مولانا حافظ پیر محمد عبدالغنی صاحب طویل علالت کے بعد ۱۴ شوال ۱۳۳۸ھ کو بروز جمعہ رحلت فرما گئے ہیں' ایک قطعہ تاریخ وفات تصنیف فرما کر براہ عنایت ومہربانی میرے نام روانہ فرمادیں تاکہ وہی قطعہ تاریخ آپ کے مزار پر لکھا جائے۔

۱۹ ذی القعدہ بروز جمعہ کو یہ خط بریلی شریف پہنچا' اس دن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو شدید درد تھا' نصف شب کو وقت سکون میں یہ تاریخ واشعار خیال میں آئے اور صبح روانہ کئے۔

اَلْمَوْتُ حَقٌّ یَا لَہٗ مِنْ جَآءٍ
مُتَیَقَّنٍ وَالنَّاسُ فِیْ اَنْسَآءٍ
اَنْسَاھُمُ الْاِنْسَآءُ فِیْ اٰجَالِھِمْ
مَعْ مَا یَرَوْنَ مِنْ اٰیَہٖ

اَلنَّقصُ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَثِمَارِهِمْ
وَالْاَخْذُ بِالْبَاسَاءِ وَالضَّرَّآءِ
عَجَبًا لِخَافِيَةٍ غَدَتْ مَخْفِيَّةً
وَبَدَتْ مِنَ الْخَضْرَآءِ وَالْ غَبْرَآءِ
اَلطِّفْلُ شَبَّ وَشَابَ هُوَ كَمَا بَدَا
يَلْهُوَ وَيَلْعَبُ نَاسِيًا لِقَضَاءِ
عَبْدَالْغَنِيْ مَضَيْتَ حِلْتَ قَضَيْتَ
اَلْحَبَكَ مِنْ نِكَايَةِ فِتْنَةِ الْخُبَثَاءِ
قَدْ كُنْتَ صَاعِقَةً عَلٰى نَجْدِيَّتِهِمْ
وَرَزِيَّةَ الْمِرْزَامَعَ الْمِرْزَائِی
بِنَدَا رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْ بِشَفَاعَةٍ
وَجَزَآءِ رَبِّ الْعَرْشِ خَيْرُ جَزَآءِ
يَمَالِكَ النَّاسِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى
اِشْفَعْ لِعَبْدِكَ دَافِعًا لِبَلَآءِ
رَقَمَ الرِّضَا تَارِ مُتَفَاءِ لَا
عَبْدُالْغَنِی بِجَنَّةٍ عُلْيَاءِ

۱۳۳۸ھ

(ماہنامہ الرضا' بریلی' شمارہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ' ص ۳)

لاہور کے مشہور مسلم لیگی اور تحریک پاکستان کے رہنما ابوسعید انور مرحوم (متوفی ۵ اگست ۱۹۸۴ء)' مولانا عبدالغنی ہمدانی علیہ الرحمہ کے نواسے تھے' راقم الحروف خلیل احمد نے یہ تاریخ وفات جب ابوسعید انور صاحب کو بھیجی تو انہوں نے جواباً لکھا کہ

''یہ میرے نانا سیّد عبدالغنی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ہے' یہ تاریخ وفات میرے اور میرے بہت سے عزیز واقارب کے لیے نایاب تحفہ ہے' مدت سے تلاش تھی' مجھے صرف مقطع بچپن سے یاد تھا' اصل فریم شدہ نقل مکانی بہ کشمیر یا ہجرت پاکستان کے وقت کہیں گم

کیا 'میرا ارادہ ہے کہ اس کی نئی کتابت کراؤں اور اپنے عزیزوں کو
ستان' کشمیر' برطانیہ' فرانس' امریکہ ارسال کروں''۔

احقر ابوسعید انور ۲۰ فروری ۱۹۸۱ء

مولانا غلام احمد اخگرؔ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا غلام احمد امرتسری ابن لعل محمد ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء میں امرتسر کے ایک کشمیری
رانے میں پیدا ہوئے' مولوی رحمن شاہ' مولوی عبدالعزیز' مولوی عبدالعلی اور دیگر اساتذہ
ے علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی' آپ بہت بڑے عالم دین' واعظ' مناظر' بزرگ اور ولی اللہ
ے' آپ امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے' اکثر تبلیغی
روں میں ساتھ رہے' آپ نے امرتسر سے اخبار ''اہل فقہ'' جاری کیا' اخبار اہل حدیث
تسر میں حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ کے خلاف جو مضامین شائع ہوتے تھے' آپ اور
لانا پیر محبوب احمد خیر شاہ صاحب ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر میں ان کا مفصل اور مدلل
اب شائع فرماتے تھے۔

بڑے عابد و شب بیدار تھے' حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ
نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ ''مولوی غلام احمد اخگر امرتسری نے بچپن میں ایک مرغ خریدا تھا'
ں کے والد صاحب بڑے بزرگ آدمی تھے' انہوں نے دریافت کیا مرغ کا کیا کرو گے'
ض کیا: یہ اذان دے گا تو جلد آنکھ کھل جائے گی اور نوافل بآسانی ادا کر سکوں گا' نیک نیت
خیال پاکیزہ تھا' مگر آپ کے والد ماجد بلند رتبہ شخص تھے' فرمایا: انسان ہو کر حیوان کا
اج ہوتا ہے'' مولوی صاحب کو ہوش آ گیا' مرغ کو اسی وقت ذبح کر دیا' اور خدا کا فضل و
رم یہ کہ ساری عمر نماز تہجد کے لیے از خود بیدار ہو جایا کرتے تھے۔

شعر و شاعری کا ذوق تھا' اخگر تخلص کرتے تھے' آپ کا نعتیہ کلام ماہنامہ ''جماعت''
تسر' بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۲ھ/ مئی ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۱۴ پر راقم خلیل احمد رانا کی نظر
ے گزرا' اور ایک کتاب کا اشتہار ہفت روزہ ''الفقیہ امرتسر' شمارہ ۲۱ رجون ۱۹۲۷ء ص ۱۲
لم ۲ پر نظر سے گزرا ''مرزا قادیانی اور ختم نبوت المعروف مرزائیت کا جنازہ'' تصنیف شیر

اسلام مولانا غلام احمد اختر محمدی احمدی سنی حنفی نقشبندی نوری امرتسری' مرزا قادیانی کے دعوئ نبوت کے تمام دلائل کا رد' صفحات ۱۳۵۔
آپ کی وفات ۱۶ ر صفر ۱۳۴۲ھ/ ۱۵ راگست ۱۹۲۷ء کو امرتسر میں ہوئی۔
(محمد صادق قصوری' امیر ملت اور اُن کے خلفاء' مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۳ء' ص ۱۶۲)
(تذکرہ علمائے ہندوستان' مطبوعہ لاہور ۲۰۱۸ء' ص ۶۹۰)
(محمد طاہر فاروقی' سیرت امیر ملت' مطبوعہ لاہور ۱۳۹۴ھ' ص ۷۱۱)

مولانا حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

فخر الاطباء' عارف باللہ مولانا حکیم فقیر محمد چشتی نظامی قریباً ۱۸۶۴ء میں میاں حکیم نبی بخش کے گھر امرتسر میں پیدا ہوئے' والد بزرگوار و مولانا ہاشم علی' مولوی حکیم محمد ابراہیم امرتسری (المتوفی ۱۳۴۲ھ)' مولانا نور احمد (المتوفی ۱۳۴۸ھ) محشی مکتوبات مجدد الف ثانی سے درسیات نظامی پڑھیں' فاضل اجل علامہ محمد عالم آسی امرتسری سے خصوصی استفادہ کیا' طب کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی' سلسلہ چشتیہ میں حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد صاحب بسی نو شریف ضلع ہوشیار پور رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے' درس نظامی میں مہارت تامہ کے باوجود طبعی مناسبت طب سے تھی' آپ صاحب عرفان بزرگ تھے' آپ کی زندگی کے اصل پہلو پر فن طب کی مہارت نے پردہ ڈال رکھا تھا' ۲۷ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ کو لاہور میں وفات پائی' حضرت میاں میر قادری قدس سرہٗ کے احاطہ میں مزار کی جنوبی دیوار کے زیر سایہ بیرونی جانب آرام فرما ہیں' مشہور اہل علم و قلم حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ آپ کے ہی فرزند ہیں۔ (مولانا محمود احمد قادری' تذکرہ علمائے اہل سنت' مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ ص ۲۱۶)
(پروفیسر محمد اسلم' وفیات مشاہیر پاکستان' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء' ص ۱۹۴)
(حکیم محمد مختار اصلاحی' اطباء اور ان کی مسیحائی' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء' ص ۱۹۰)

مولانا مفتی پیر غلام رسول نقشبندی قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا پیر غلام رسول قاسمی ابن پیر امیر الدین قاسمی' امرتسر میں پیدا ہوئے' بچپن ہی

میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا' آپ نے اپنی والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی مولانا عبدالعزیز قاسمی (المتوفی ۱۲۹۹ھ) کی نگرانی میں پرورش اور تربیت پائی' قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے برادر اکبر سے پڑھیں' پھر والدہ ماجدہ کے ہمراہ کشمیر چلے گئے' وہاں تین سال رہ کر کشمیر کے مشہور علماء مولانا مفتی عزیز الدین (المتوفی ۱۳۱۴ھ) اور مولانا مفتی عبدالقدوس پاندانی (المتوفی ۱۲۸۳ھ)' پانداں سری نگر کا ایک محلہ ہے۔ سے کتابیں پڑھیں' پھر واپس امرتسر آ کر مولانا قطب الدین سے کچھ عرصہ پڑھا' اس کے بعد مولانا قاری عبدالعلی صاحب سے استفادہ کیا' مولانا حبیب اللہ جب امرتسر آ کر مقیم ہوئے تو آپ نے ان سے بھی پڑھا اور تکمیل تعلیم کے بعد سند حاصل کی' تمام علوم وفنون خصوصاً منطق میں مہارت حاصل تھی' درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی کا کام بھی توجہ سے فرماتے' مولانا عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) نے آپ کی علمی قابلیت پر خوش ہو کر آپ کو تمام علوم کی سند ارسال فرمائی تھیں' باوجودیکہ آپ نے علامہ موصوف کو نہ دیکھا اور نہ اُن سے کچھ پڑھا۔

مسجد خان بہادر میاں جان محمد مرحوم امرتسر میں خطبہ جمعہ دیتے تھے' خواجہ دین محمد چوره شریف (المتوفی ۱۳۲۵ھ) سے بیعت تھے' ان سے آپ کو سند خلافت بھی عطا ہوئی۔

تصانیف میں ''تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام''، ''الالهام الصحیح فی اثبات حیاۃ مسیح''، ''امکان وامتناع نظیر'' وغیرہ مشہور ہیں۔

۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ/ ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو پیر کے دن بوقت سحر انتقال فرمایا۔

(مولانا بہاء الحق قاسمی' تذکرہ اسلاف' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

مولانا مفتی عبدالصمد خاں امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مفتی پیر غلام رسول قاسمی کے اولین شاگردوں میں سے تھے' آپ کو علم فقہ وعلم عربیت اور علم طب میں اچھی مہارت تھی' فتویٰ نویسی کے علاوہ درس وتدریس اور مطب بھی کرتے تھے' مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے ساتھ مناظرہ بھی کیا تھا' آپ نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے' جن میں سے ایک رسالہ کا نام ''صولۃ الصرغام علی اعداء امام الھمام'' ہے' امرتسر میں فوت ہو کر مدفون ہوئے' میر کرامت اللہ صاحب میر امرتسری

نے تاریخ وفات کہی۔

تاریخ انتقال فقیہ بے عدیل و مفتی بے نظیر

مولوی ابو یوسف عبدالصمید صاحب حنفی امرتسری (۱۳۳۶ھ)

(مولانا بہاء الحق قاسمی' تذکرہ اسلاف' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء' ص ۱۰۸)

(ہفت روزہ اہل سنت و جماعت' امرتسر' شمارہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

مولانا پیر غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا پیر غلام مصطفیٰ قاسمی ابن مولانا پیر عبدالعزیز قاسمی امرتسر میں پیدا ہوئے' ابتدائی کتابیں اپنے ماموں مولانا پیر احمد اللہ قاسمی (المتوفی ۱۳۰۴ء) سے پڑھیں' باقی تمام کتابیں اپنے بزرگ چچا علامہ غلام رسول قاسمی سے پڑھیں' تکمیل و تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس' وعظ و تبلیغ کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا۔

تصنیفات میں ''الرسالۃ الجلیلہ فی اثبات الوسیلہ''، ''تکمیل الابصار بمولد سید الابرار'' زبدۃ البضاعۃ فی الرضاعۃ' سرور المحزون (فقہ حنفیہ اور امام اعظم ابو حنیفہ پر کئے گئے اعتراضات کا ردّ)' تحفہ آسمانی (مسئلہ تقلید کے موضوع پر)' مجمع النہرین (حدوث عالم پر عقلی دلائل اور علم غیب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر)' احسن التقریر فی مسئلۃ التکفیر' مسئلہ طلقات ثلٰثہ' پوتے کی وراثت' ترجمۃ الالہام الصحیح' جرح و تعدیل' معجزہ و نیچر۔

آپ کو خواجہ دین محمد' چورہ شریف ضلع اٹک (المتوفی ۱۳۲۵ھ) سے چاروں سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل تھی'

یکم محرم ۱۳۵۲ھ/ ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو بدھ جمعرات کی درمیانی شب کو انتقال فرمایا' مسجد حنفیہ محلہ کمہاراں امرتسر کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

(مولانا بہاء الحق قاسمی' تذکرہ اسلاف' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء' ص ۱۱۵ تا ۱۲۴)

پروفیسر مولانا عبدالرحیم امرت سری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالرحیم امرتسری نے مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی سے کافی مدت تک تعلیم حاصل کی، کچھ مدت مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور میں حضرت پیر عبدالغفار شاہ کاشمیری کی نگرانی میں بھی کتابیں پڑھیں، پھر آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ میں اعلیٰ نمبروں پر کامیابی حاصل کی اور آخر خالصہ کالج میں پروفیسر مقرر ہوگئے، آپ نہایت ذہین وفطین تھے، ایک مرتبہ ایک اختلافی مسئلہ پر مولوی ثناءاللہ امرتسری (غیر مقلد) سے کامیاب مناظرہ بھی کیا تھا، فارسی اور عربی ادب میں خاص قابلیت رکھتے تھے، آپ نے عین شباب میں یعنی تیس برس کی عمر پا کر ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا، دو صاحبزادے یادگار ہیں، آپ مولانا غلام محمد ترنم امرتسری کے بہنوئی تھے۔

(مولانا بہاءالحق قاسمی، تذکرہ اسلاف، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۳)

مولانا عبدالسلام ہمدانی کشمیری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا پیر عبدالسلام ہمدانی امرتسری، سری نگر کشمیر میں ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے شاگرد تھے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

(آپ کی کتاب "الکواکب الدریہ فی شرح القصیدۃ القطبیہ" حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۲ھ راقم الحروف خلیل احمد رانا کی نظر سے گزری ہے، اس کتاب کے صفحہ ۱۲۳ پر مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمہ اور صفحہ ۱۲۴ پر مولانا نور احمد پسروری امرتسری علیہ الرحمہ کی تقاریظ ہیں، اس کے علاوہ ماہنامہ "جماعت" امرتسر، شمارہ شوال المکرم ۱۳۴۲ھ/مئی ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۲۲ تا ۲۴ پر مولانا حافظ پیر عبدالسلام واعظ ہمدانی امرتسری کا مضمون "اسلامی جواہر ریزے" بھی راقم کی نظر سے گزرا)۔

امرتسر میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس کے بانیوں میں سے تھے۔

۳۰ ذیقعد ۱۳۷۴ھ/۲۱ جولائی ۱۹۵۵ء کو لاہور میں وفات پائی، میانی صاحب

قبرستان میں دفن ہوئے۔ (پروفیسر محمد اسلم، وفیات مشاہیر پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۵)
(پروفیسر محمد اسلم، خفتگان خاک لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۲۵۵)

مولانا عبدالرحیم امرتسری

شیخ طریقت مولانا عبدالرحیم امرتسری، موضع موچھل ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، مولانا محمد عالم آسی امرتسری و مولانا نور احمد محشی مکتوبات امام ربانی سے علم حاصل کیا، سو سال سے زیادہ عمر پائی، ۳۰؍جولائی ۱۹۷۶ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی، مولانا احمد حسن نوری گوجرانوالہ ایڈیٹر پندرہ روزہ "المصطفیٰ" گوجرانوالہ آپ کے صاحبزادے ہیں۔
(پروفیسر محمد اسلم، وفیات مشاہیر پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۹)

مولانا پیر محمد شاہ اندرابی کشمیری امرتسری

مولانا پیر محمد شاہ اندرابی کشمیری امرتسری، مرید خاص قاضی سلطان محمود سجادہ نشین اعوان شریف، خلف الرشید پیر قطب شاہ، صوفی، عالم، عابد، مدرس، ولادت: کلترہ (گوہر پور)، وفات ۹؍اگست ۱۹۶۲ء، میانی صاحب لاہور۔
(پروفیسر محمد اسلم، وفیات مشاہیر پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۲)

مولانا غلام ربانی چشتی امرتسری

حضرت مولانا غلام ربانی چشتی صابری قادری ولد مولانا نواب الدین رمداسی علیہم الرحمہ بمقام رمداس ضلع امرتسر میں ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے، برصغیر پاک و ہند کے مشہور مقرر خوش بیان تھے، قصبہ پٹی ضلع امرتسر میں بھی خطیب رہے، ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور ملتان وہاڑی روڈ پر اڈہ نوکسی کے قریب (چشت نگر) میں مستقل قیام کر لیا، آپ کے مریدین پاکستان کے مختلف شہروں میں بکثرت ہیں، ۲۰؍محرم الحرام ۱۴۰۹ھ/ ۳ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز ہفتہ ملتان میں وصال ہوا، ملتان وہاڑی روڈ پر چشت نگر میں

برلب سڑک مزار بنا۔ راقم الحروف خلیل احمد رانا بھی ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا' الحمد للہ۔ (تذکرہ مولانا غلام ربانی رداسی' از نذر صابری' مطبوعہ اٹک ۲۰۰۳ء)

مولانا احمد سعید اشرفی امرتسری

آپ مسلم ہائی اسکول امرتسر میں معلم رہے' پاکستان بننے کے بعد چشتیہ ہائی اسکول لاہور میں مدرس ہوئے' مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے شاگرد تھے' مولانا شاہ علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے خلافت ملی' انجمن تبلیغ الاحناف اور خدام الحنفیہ کے روح رواں تھے' ۷۲ سال کی عمر پائی' ۱۹۶۰ء میں لاہور میں وفات پائی اور درگاہ جان محمد حضوری لاہور میں دفن ہوئے۔ (پروفیسر محمد اسلم' وفیات مشاہیر پاکستان' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء' ص ۱۴)

مولانا محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

ادیب اریب' فاضل جلیل' عامل کامل علامہ محمد عالم ابن مولانا عبدالحمید ابن عارف باللہ مولانا غلام احمد بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ کو کولو تارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے (میاں ضمیر احمد ساکن راگھو سیداں تحصیل حافظ آباد جو کہ مولانا محمد عالم امرتسری کے چھوٹے بھائی حکیم محبوب عالم کے پوتے ہیں' انہوں نے صحیح تاریخ پیدائش' سن پیدائش اور مقام پیدائش یہی بیان کیا ہے)۔

علامہ آسی قدس سرہٗ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی اور نانا جان سے حاصل کی' بعد از اں مدرسہ نعمانیہ لاہور چلے گئے' وہاں صدر المدرسین مولانا غلام احمد' مولانا محمد حسن فیضی' مولانا غلام محمد بگوی' مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی اور مولانا غلام قادر بھیروی جیسے افاضل سے اکتساب علم کیا' پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات میں امتیازی نمبر حاصل کئے اور وظیفہ کے مستحق قرار پائے' اس کے علاوہ حکیم حاذق اور زبدۃ الحکماء کی سندیں بھی حاصل کیں' آخر عمر میں قرآن مجید بھی حفظ کرلیا تھا۔

فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ میں ہی صدر مدرس مقرر ہوئے' اورینٹل کالج لاہور میں

بھی پڑھایا' اس کے بعد امرتسر چلے آئے اور مدرسہ نصرت الحق حنفیہ میں ادب کے استاد مقرر ہوئے' کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد لاہور چلے آئے اور یہاں ایک پریس میں سنگ سازی کرتے رہے' اس کے بعد پھر امرتسر چلے گئے اور ایم اے او ہائی اسکول میں عربی کے اوّل مدرس مقرر ہوئے' پھر جب یہ اسکول کالج بنا تو آپ پروفیسر ہو گئے اور بالآخر یہیں سے ریٹائرڈ ہوئے۔

تلامذہ

تلامذہ میں صاحبزادہ محمد عمر بیر بلوی سرگودھا' ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے پی ایچ ڈی راولپنڈی' حافظ محمد عبداللہ ایم اے اکاؤنٹنٹ جنرل آفس لاہور' مولانا غلام محمد ترنم امرتسری مدفون لاہور' فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری مدفون بجوار میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حکیم غلام قادر چشتی امرتسری مدفون ملتان (آپ حضرت آسی کے رفیق خاص اور اُن کے مزار کے متولی تھے)' مولانا پیر حبیب اللہ نقشبندی مدفون گجرات' ابوالبیان مولانا محمد داؤد فاروقی ابن مولانا نور احمد امرتسری مدفون امرتسر' استاذ الاطباء حکیم محمد نور الدین امرتسری مدفون بورے والا' ضلع وہاڑی' استاذ الاطباء حکیم محمد شمس الدین نظامی امرتسری مدفون پاک پتن' حکیم محمد جلال الدین امرتسری مدفون پاک پتن' حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدفون بجوار میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور' عبدالمجید جامی امرتسری (تھائی لینڈ)' محمد شریف ساجد (راولپنڈی)' آغا خلش کاشمیری مدفون ممبئی' مولانا پیر عبدالسلام ہمدانی مدفون لاہور۔

غیر سنی تلامذہ یعنی آزاد خیال' چکڑالوی' دیوبندی اور وہابی وغیرہ کے نام درج ذیل ہیں۔

مفتی محمد حسن امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور' مولوی محمد نور عالم مدرس عربی ایم اے او ہائی سکول امرتسر' مولوی عبدالرحمن ہزاروی نائب مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر' مولوی محمد حسین ہزاروی مدرس مدرسہ غزنویہ امرت سر' مولوی عبداللہ جالندھری' علامہ حکیم محمد حسین عرشی امرتسری' حکیم محمد علی امرتسری (مدفون گوجرانوالہ)' حکیم محبوب عالم امرتسری (مدفون لاہور)' ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ایم اے پی ایچ ڈی (مدفون لاہور)' ڈاکٹر خواجہ سخاء اللہ ایم اے پی ایچ ڈی (مدفون لاہور)' پروفیسر محمد ابراہیم ڈار ایم اے (ممبئی)' خواجہ عبدالرحیم

سی ایس (کمشنر)، پیر احسن الدین آئی سی ایس (کمشنر مدفون لاہور)، عطاء اللہ شاہ بخاری، ڈاکٹر ظہور الدین احمد، پروفیسر مولانا برکت علی، پروفیسر اسماعیل یوسف کالج ممبئی، مولانا محمد سلیمان فاروقی خلف اوسط مولانا نور احمد امرتسری علیہ الرحمہ۔

بیعت

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ شہرہ آفاق طریقت حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی نقشبندی مجددی مظہری دہلوی قدس سرہٗ سے نہ صرف بیعت تھے بلکہ خلیفہ مجاز بھی تھے۔

حصولِ خلافت کا ذکر

ڈاکٹر پیر محمد حسن (اسلام آباد) رقمطراز ہیں کہ علامہ آسی رحمۃ اللہ علیہ نہایت کم گو تھے اور ان کا لوگوں سے اختلاط بھی بہت کم تھا، اپنی ذات کے بارے میں تعریف کی بات بیان نہ کرتے تھے، کبھی بسط کی کیفیت ہوتی تو کچھ بیان کر دیتے، ایک بار اپنے پیر حضرت ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر چھیڑ دیا، مولوی نور احمد صاحب پسروری امرتسر کے مفتی تھے اور وہ بھی حضرت شاہ ابوالخیر کے مریدین میں سے تھے، حضرت آسی نے فرمایا:

مفتی نور احمد گھر سے یہ ارادہ کر کے نکلے کہ آج حضرت سے یعنی شاہ ابوالخیر سے خلافت کی درخواست کروں گا، شاہ ابوالخیر صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، وہاں سوال کرنے کی نوبت نہ آتی تھی، چنانچہ جونہی مفتی نور احمد صاحب داخل ہوئے، شاہ ابوالخیر نے فرمایا: نور احمد آج خلافت لینے کی نیت سے آگئے، تم میں ابھی اہلیت نہیں ہے، محمد عالم جو سب سے آخری صفوں میں عجز وانکسار کے ساتھ بیٹھے تھے، کو بلایا اور کہا: تمہیں خلافت دیتا ہوں، بس صرف یہی ایک بات حضرت آسی نے اپنے بارے میں بتائی۔

(مکتوب گرامی ڈاکٹر پیر محمد حسن بنام ضمیر احمد، مکتوبہ ۲۸ اپریل ۱۹۷۹ء)

(قلمی یادداشت از حکیم محمد موسیٰ امرت سری علیہ الرحمہ)

علم وفضل

ڈاکٹر پیر محمد حسن لکھتے ہیں:

''حضرت آسی علیہ الرحمہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ادیب تھے اور عربی زبان

کے ماہر تھے' یہ ایک حقیقت ہے کہ جو دسترس آپ کو عربی زبان پر حاصل تھی' شاذونادر ہی کسی کو حاصل ہوئی ہوگی' پروفیسر محمد ابراہیم ڈار بمبئی' حضرت آسی کے شاگردوں میں سے تھے' بہت اچھے اور نیک آدمی تھے' مگر پروفیسر عبدالعزیز میمن کو آسی علیہ الرحمہ پر ترجیح دیتے تھے' محض اس لیے کہ میمن کا بڑا پروپیگنڈا تھا' اور اسے عربی کی کچھ کتابیں شائع کرنے کا موقع مل گیا' اور حضرت آسی علیہ الرحمہ کو نہ ملا' حضرت میں عربی دانی کا پہلو چونکہ زیادہ نمایاں تھا لہٰذا اسی میں زیادہ مشہور ہو گئے' حالانکہ انہیں دیگر علوم میں یکساں دسترس حاصل تھی' خاکسار نے ان سے قطبی' میر قطبی' ملا حسن' ملا مبین' سلم العلوم' منطق میں سبقاً پڑھیں ہیں' انہیں یہ کتابیں بالکل ازبر تھیں اور بغیر مطالعہ کے بلا تکلف پڑھاتے تھے۔

مشکل سے مشکل مسائل کو نقشہ بنا کر منٹوں میں حل کر دیتے' اسی طرح فقہ' حدیث اور تفسیر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے' امرت سر کے لوگ حضرت آسی کو علم کا بند کنواں کہا کرتے تھے۔

جودوسخا

علامہ عرشی امرتسری کہتے ہیں کہ مولانا مرحوم اپنی آمدنی کا اکثر حصہ بیواؤں اور یتیموں کی امداد پر صرف کرتے تھے' اس رازدارانہ عمل کا انکشاف آپ کی وفات کے بعد ہوا۔

(عرشی امرتسری' تذکرۂ آسی' مطبوعہ ملتان' ص ۱۹)

انکسار واخفا

شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن مرحوم (اسلام آباد) لکھتے ہیں:

''آپ نے اپنے مرتبہ کو چھپائے رکھا' آپ کے خاص شاگرد آپ کو'' قادر سائیں'' کہا کرتے تھے۔ ''قادر سائیں'' دراصل ایک مجذوب تھا' جو صاحب کشف وکرامات تھا' اس کے نام پر آپ کو بھی'' قادر سائیں'' کہا جانے لگا' اگر کوئی دُعا کے لیے کہتا تو یہ کہہ کر ٹال دیتے'' کسی نیک کے پاس جاؤ''۔

آپ پر نیم مجذوبیت کی حالت طاری رہتی تھے' کئی بار ایسا ہوا کہ راستہ میں مل گئے اور میں نے سلام کیا تو کوئی جواب نہ ملا میں سمجھ جاتا اور بازو پکڑ کر سلام کہتا تو فرماتے! حسن تم ہو۔

استغناء کا یہ عالم تھا کہ اسلامیہ اسکول کے بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور بارہ سال تک تنخواہ طلب نہیں کی' اسلامیہ اسکول کا ہیڈ ماسٹر انگریز تھا' آپ کبھی سلام کرنے نہیں گئے' کام پڑتا تو وہ خود آپ کے پاس آتا۔

حضرت آسی علیہ الرحمہ نے ایک بار مطب بھی شروع کیا' کسی سے دوا تک کے پیسے نہ طلب کرتے تھے لہٰذا مجبور ہو کر مطب بند کرنا پڑا۔

امرتسر سے ہفت روزہ ''الفقیہ'' نکلا کرتا تھا' اس میں حنفیت کی تبلیغ واشاعت اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات شائع کئے جاتے تھے' بظاہر مدیر تو حکیم معراج الدین تھے' مگر اس کے کرتا دھرتا حضرت آسی علیہ الرحمہ ہی تھے' وہاں بھی اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ (مکتوب ڈاکٹر پیر محمد حسن بنام ضمیر احمد آسی' مورخہ ۲۸/اپریل ۱۹۷۹ء)

وفات

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/ ۱۸ اگست ۱۹۴۴ء بروز جمعۃ المبارک دن ایک بجے وصال فرمایا' آپ کا مزار مبارک قبرستان بلا کا سنگھ امرتسر میں بنایا گیا تھا' مگر تقسیم ہند کے بعد دوسری قبروں کے ساتھ اس کا نشان مٹا دیا گیا۔

قطعہ تاریخ وفات.... از علامہ عرشی امرتسری

آں عالم باعمل دریغا
آں گنج معارف ومعالم
ہاتف پئے سال رحلتش گفت
درویش صفت محمد عالم

۱۳۶۳ھ

تصانیف

حضرت علامہ آسی امرتسری قدس سرہٗ کثیر التصانیف بزرگ تھے' تصانیف کے علاوہ آپ اپنے وقت کے مشہور مذہبی جرائد ورسائل مثلاً الفقیہ امرتسر' اور شمس الاسلام بھیرہ وغیرہ میں مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔

تفسیر قرآن

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی دینی تحقیق کا آخری مرحلہ تفسیر قرآن تھا' مگر افسوس کہ آپ یہ کام ادھورا چھوڑ کر راہیِ دارِ بقا ہوئے' حضرت کے وہ تمام مسودات جن پر آپ نے تفسیر کا کام شروع کیا تھا' راقم ضمیر احمد کے پاس محفوظ ہیں' یہ کام دو عدد نسخہ قرآن' دو عدد رجسٹروں اور تین پاکٹ بکس پر مشتمل ہے' تاہم احقر ضمیر احمد یہاں صرف ان مضامین کے اسماء پر اکتفا کرتا ہے جو آپ نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں سپردِ قلم فرمائے۔

(۱) مضامین القرآن : سورۂ فاتحہ (قرآن مجید کا ابتدائی جزو)' مطبوعہ ماہنامہ البیان امرتسر' اپریل ۱۹۴۳ء۔

(۲) تشریحات متعلقہ سورۂ فاتحہ' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۱۲ محرم/ ۲۱ جون (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) تا ۱۱ جمادالثانی' ۱۴ نومبر (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۹۲۹ء)

(۳) سورہ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی' مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ' اکتوبر ۱۹۳۸ء تا جون ۱۹۳۹ء۔

گرائمر

علامہ عرشی امرتسری رقمطراز ہیں کہ ''عربی گرائمر کے تو مولانا آسی امام و مجدد تھے' نہایت سہل طریقے ایجاد کئے تھے' جن کی مدد سے ذہین طالب علم تھوڑے ہی عرصے میں بہت کچھ سیکھ لیتا تھا' اور عربی ادب میں تو امرتسر میں ان کا کوئی سہیم و نظیر نہیں''۔

(تذکرۂ آسی' مطبوعہ ملتان' ص ۱۴)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ''بہت بڑے بڑے عالم و فاضل ان کے شاگرد تھے' کسی سے معاوضہ نہیں لیتے تھے......عربی گرائمر کی تعلیم کا نیا اور سہل طریقہ ان ہی کی ایجاد ہے''۔ (ماہنامہ فیض الاسلام' راولپنڈی' شمارہ مارچ ۱۹۷۹ء' ص ۲۷)

حضرت آسی کے ایک دوسرے شاگرد ڈاکٹر ظہور الدین احمد لکھتے ہیں کہ.....

''عربی میں کمال قدرت رکھتے تھے' عربی میں شعر بھی کہہ لیتے تھے' صرف و نحو میں ان کا تسلط مسلّم تھا' تعریف و تحلیل میں ان کا جواب نہیں تھا......آپ کے صرف و نحو کے چودہ اصول مشہور تھے' جن کو ان پر مہارت ہوگئی' سمجھ لیجئے عربی گرائمر میں اسے مہارت

ہوگئی، طلبہ کی سہولت کے لیے اُنہوں نے عربی حروف جار اور دیگر حروف کو منظوم کر رکھا تھا تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو"۔

(مکتوب ڈاکٹر ظہور الدین احمد بنام میاں ضمیر احمد، مکتوب مورخہ ۱۰ر مارچ ۱۹۸۰ء)

حضرت کی کتب گرائمر عربی و فارسی وغیرہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) رموز الاجزاء لاستحضار الطلباء، طبع دوم ۱۹۲۱ء/ ۱۳۴۴ھ، صفحات ۳۲

(۲) رموز الاجزاء لاستحضار الطلباء، طبع ثالث، مطبوعہ شوال/ فروری ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸

(۳) عربک ٹیچر یعنی کتاب الصرف جدید، مطبوعہ اگست ۱۹۳۲ء، صفحات ۱۱۲

(۴) منظومۃ النحو اُردو، مطبوعہ جولائی ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸

(۵) کتاب النحو جدید ملقب بہ عربک ٹیچر، مطبوعہ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء، صفحات ۱۶۰

(۶) بطاقۃ الاجوبۃ فی حل اسئلۃ العاشرۃ المعجبۃ، مطبوعہ مارچ ۱۹۲۵ء، کل صفحات ۶۴ (یونیورسٹی کے پرچوں کا حل)

(۷) الترجم الاربعۃ، مطبوعہ ستمبر ۱۹۱۳ء، صفحات ۴۸ (درسی کتب کے تراجم معہ ابتدائی صرف نحو)

(۸) نقشہ صرف کبیر، باب اوّل معہ صرف صغیر ابواب ثلاثی مجرد (چارٹ)، سن طبع ندارد

(۹) نقشۃ الکلام (چارٹ)، سن طباعت ندارد

(۱۰) نقشۃ الکلمۃ (ایضاً)

(یہ نقشہ راقم ضمیر احمد کے پاس موجود نہیں، اس نقشہ کی خبر نقشہ "الکلام" پر حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کے ان الفاظ سے ملتی ہے: "اعلامہ (۱) اس نقشہ کے ساتھ ہمارا تیار کردہ نقشہ صرف (الکلمۃ) بھی دیکھو۔)

(۱۱) اُردو گرائمر میں ایک نقشہ "نقشہ صرف اُردو" کے نام سے تیار فرمایا تھا۔

(تذکرۂ آسی، مطبوعہ ملتان، ص ۱۶)

(۱۲) فارسی گرائمر میں بھی ایک رسالہ۔ سرگزشت گرائمر خان، مطبوعہ ۳۰ فروری ۱۹۱۳ء، صفحات ۹۶ (بطرز مکالمہ) رقم فرمایا، یہ بھی حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کے تحقیقی

ذہن کا ایک لاجواب اور انوکھا شاہکار ہے۔

رِدِّ مرزائیت

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی شہرت مدام کا سبب آپ کی ردّ مرزائیت میں مشہور کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' بھی ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ردّ مرزائیت وغیرہ میں ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے، ازیں علاوہ حضرت آسی نے اور بھی بہت کچھ لکھا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) الکاویۃ علی الغاویہ (اُردو) جلد اوّل، مطبوعہ مارچ ۱۹۳۱ء، صفحات ۴۱۶

(۲) الکاویۃ علی الغاویہ (اُردو) جلد دوم، مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۴ء، صفحات ۴۵۰

(۳) الجذوۃ یا جذوۃ النار علی قلوب الفجرۃ الکفار (غیر مطبوعہ)

(۴) الکاویۃ علی الغاویہ (عربی) غیر مطبوعہ

(۵) البحجات علی السلام فی الذب عن حریم الاسلام (عربی)، مطبوعہ، یہ مرزائی غلام رسول راجیکی کے پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا۔

(۶) وہ مضامین جو آپ نے ردّ مرزائیت میں وقتاً فوقتاً رقم فرمائے:

☆ خیالات آسی واقعات صلیبی پر ایک نظر (منظوم اُردو)، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرت سر، ۱۴ فروری تا ۱۷ اپریل ۱۹۴۲ء

☆ نائرۃ الحبان علی مصباح القادیان، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرت سر ۷ جنوری تا ۷ فروری ۱۹۳۳ء

☆ تنقیدات نادر شاہیہ بر تبلیغات مذہب مرزائیہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۸ فروری تا ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء

☆ مرزائی تعلیم کے پانچ مباحث اور اہل حق کا ایک پُرلطف تعاقب، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۸ جولائی تا ۷ اگست ۱۹۳۷ء

☆ اظہار حقیقت مرزائیت بجواب حقیقت احمدیت، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ اگست تا ۱۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

☆ مرزائیت اور اہل اسلام میں فرق، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۷ جون تا ۷ دسمبر

۱۹۳۹ء (یہ مضمون اس عرصے میں تین بار مسلسل چھپا)

☆ ضمیمہ کادیہ' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۷ مئی تا ۲۸ جون ۱۹۳۱ء

☆ مسیح قادیانی کی الوہیت پر ایک چلتی ہوئی نظر' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷' ۱۴' مارچ تا ۲۱' ۲۸ مارچ ۱۹۴۴ء

☆ ایک مسلمان اور مرزائی کی باہمی گفتگو' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء

☆ قادیانی نبوت پر ایک غلط قرآنی استدلال اوراس پر بصیرت افروز تبصرہ' مطبوعہ' ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء

☆ توفی سے قبضِ روح یا موت مراد نہیں' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۷ جنوری ۱۹۲۹ء

☆ لفظ توفی پر ایک پُراسرار تبصرہ' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۲۹ء

☆ مسیح الارض القادیانی اور عیسیٰ علیہ السلام کی زندگانی جاودانی' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء

☆ کیا پہلو شگاف برچھی کے زخم سے کوئی نیم مردہ زندہ ہوسکتا ہے' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء

☆ عہد قادیانیت میں مدعیان نبوت' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۱۴ فروری ۱۹۴۰ء

☆ پسرش یادگاری ہینم' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۷ اپریل ۱۹۳۵ء

☆ کوائف امرتسر' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۱۴ جون ۱۹۳۶ء

☆ امیر شریعت اور مرزائی بیعت' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۷ اپریل ۱۹۳۷ء

☆ مرزائی لٹریچر کا ایک اور غلط مسئلہ' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۷ اپریل تا ۲۱ اپریل ۱۹۳۷ء

☆ کیا مرزائی اہل سنت کی مسجد میں قادیانیت کی نشرواشاعت کرسکتے ہیں؟' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

ردِّ اہل قرآن

اہل قرآن کو چکڑالوی، کمترینی فرقہ یا اُمت مسلمہ امرتسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، گو حضرت علامہ آسی نے ان کی تردید بھی الکاویہ علی الغاویہ کے آخری صفحات میں فرمادی تھی، تاہم آپ نے چند مضامین بھی رقم فرمائے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) القول المقبول فی اطاعت الرسول، مطبوعہ اطاعت نمبر ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۷ر دسمبر ۱۹۲۹ء

(۲) قرآن الاقرآن فی ریحان القرآن، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ اپریل تا ۷ مئی ۱۹۳۵ء

(۳) فریضۂ قربانی اور احکام قربانی، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ فروری تا ۷ مارچ ۱۹۳۵ء

(۴) مسئلہ قربانی پر اُمت مسلمہ امرتسر کا حملہ اور اس کی مدافعت، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ شریف، جولائی ۱۹۴۳ء

(۵) مسئلہ قربانی پر ایک سرسری نگاہ، مسلم اور مسلمہ کے درمیان تبادلہ خیالات (قلمی غیر مطبوعہ)

(۶) التنقید علی وراثت الحفید (رسالہ)

ردِّ مشرقی یا خاکساری مذہب

الکاویہ علی الغاویہ، جلد دوم کے آخری صفحات پر ردِّ مشرقی میں اگرچہ حضرت آسی نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا، تاہم اس کی تردید میں حضرت نے چند رسائل اور مضامین مزید رقم فرمائے:

(۱) الانتباہیہ علی الافتتاحیہ (غیر مطبوعہ، کتاب کا سن تصنیف معلوم نہ ہوسکا)

(۲) الانتباہیہ علی الافتتاحیہ، "شرقی کا تذکرہ غلط (مضمون) مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، مارچ ۱۹۴۰ء۔ جولائی ۱۹۴۲ء

(۳) تبصرہ علی التذکرہ، رسالہ (سن تصنیف ندارد) صفحات ۶۴

(۴) مشرقی سے ایک اہم سوال اور اس کے ہواخواہوں سے جواب کا مطالبہ (منظوم)

مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، ربیع الاول ۱۳۶۱ھ/اپریل ۱۹۴۲ء

(۵) مساجد اسلام اور مسلمانان عالم، دشمن اسلام مشرقی کی نظر میں، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ/دسمبر ۱۹۴۲ء

ردِّ وہابیہ

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے ردّ وہابیہ میں بھی بہت سے رسائل اور مضامین لکھے، ان رسائل اور مضامین سے مختلف موضوعات اخذ ہوتے ہیں۔

مسئلہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فرقہ وہابیہ کے نزدیک یہ مبارک عمل بدعت ہے، حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے اس مسئلہ کی تشریح وتوضیح اور وہابیہ کی تردید میں جو رسائل اور مضامین رقم فرمائے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) الارشاد الی المباحث المیلاد، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، میلاد نمبر، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ/جولائی ۱۹۳۲ء، ادارہ الفقیہ نے اسے کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔

(۲) المیلاد فی القرآن، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر (ضمیمہ میلاد نمبر)، ربیع الاول ۱۳۵۲ھ، یہ رسالہ بھی پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا تھا، جس کا دوسرا ایڈیشن (دار الفیض، گنج بخش، حکیم محمد موسیٰ روڈ) لاہور سے ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ/جون ۲۰۰۱ء کو بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۳) ضمیمہ میلاد نمبر ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ماہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

(۴) ذکر خیر العباد فی محافل الواعظ والمیلاد، ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ امرتسر ۳؍ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

(۵) تذکرۂ حالات یوم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ضمیمہ میلاد نمبر ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

(۶) مجالس میلاد اور علامہ ابن تیمیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر ۱۴ مئی ۱۹۴۱ء

(۷) مجالس میلاد اور مجالس ولیمۃ القرآن، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ مارچ ۱۹۴۲ء

(۸) محفل میلاد مقدس، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷ ستمبر ۱۹۲۹ء

مسئلہ قبہ مبارک

۱۹۲۴ء میں جب نجدیوں نے حرمین الشریفین پر قبضہ کیا تو انہوں نے مزارات ومقامات مقدسہ کو زمین کے برابر کر دیا، اس موقع پر علماء اہل سنت (برصغیر) نے احتجاج کیا اور ان کے اقدام کو صریحاً قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا، اس موقع پر حضرت علامہ آسی نے بھی اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک رسالہ لکھا اور ایک مضمون طبع کرایا۔

(۱) ازالۃ الرین والمین عن مشاھد الحرمین الشریفین، مطبوعہ ۱۹۲۵ء

(۲) بنائے قباب عالیہ بر مزارات مشائخ قدیمہ وحالیہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷/۱۴ ستمبر ۱۹۳۶ء

مسئلہ قیام رمضان

''اہل حدیث'' علماء نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں اختلافی بحران پیدا کرنے کی سعیٔ مذموم کی ہے، حضرت علامہ آسی نے اس مسئلہ کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں چند مضامین سپرد قلم فرمائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قیام شہر رمضان، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ رنومبر ۱۹۲۹ء

(۲) قیام رمضان عشرون رکعۃ وھی صلوٰۃ التراویح، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۴، ۲۱ نومبر ۱۹۳۹ء

(۳) رسالہ تراویح، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷ ستمبر تا ۲۱، ۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء

(۴) دفع اعتراضات اہل الرائے، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷/ اکتوبر ۱۹۴۲ء تا ۷، ۱۴/ اپریل ۱۹۴۳ء

رسالہ ضربات الحنفیہ

یہ رسالہ حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے مدیر اخبار محمدی (دہلی) کے رسالہ ''ضرب محمدی'' کے جواب میں رقم فرمایا، جس کا جواب مدیر محمدی دہلی نے اخبار محمدی میں ہی دیا تھا، پھر اس کا جواب الجواب حضرت علامہ آسی نے الفقیہ امرتسر میں ''ضمیمہ ضربات الحنفیہ'' کے عنوان سے دیا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ضربات الحنفیہ علی ہامات الوہابیہ، مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ
(۲) ضمیمہ ضربات الحنفیہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۳ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ/ ۲۱ جون ۱۹۳۰ء تا ۱۸ رمضان ۱۳۴۹ھ/ ۷ فروری ۱۹۳۱ء

مضامین

وہ مضامین جو حضرت نے مختلف موضوعات پر ردّ وہابیہ کے سلسلے میں رقم فرمائے تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) کیا نبی ﷺ غیب دان نہ تھے، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۱۴ اگست تا ۲۱ تا ۲۸ اگست ۱۹۴۳ء
(۲) تقلید شخصی اور اجتہاد، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ جون تا ۷، ۱۴ جولائی ۱۹۴۴ء
(۳) تقلید اور اتباعِ سلف، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ جنوری ۱۹۳۹ء
(۴) مطائبات، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ جنوری ۱۹۳۹ء
(۵) القول السنی فی معراج النبی، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، (معراج نمبر) ۷ جنوری ۱۹۳۰ء
(۶) ایک شبہ اور اس کا دفعیہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۷ مارچ تا ۲۱ مارچ ۱۹۲۹ء
(۷) فقرہ سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور اس کی مشرکانہ تشریح، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۱۴ تا ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء
(۸) فلعنۃ اعداد رمل......، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء
(۹) رسالہ اشرفیہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء
(۱۰) تحسین ناشناس، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء
(۱۱) ارشادات عالیہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء

مضامین (متفرق موضوعات)

وہ مضامین جو حضرت علامہ نے متفرق موضوعات پر رقم فرمائے۔

(۱) موجودہ معاشرت نسواں پر ایک نظر، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ اپریل

۱۹۲۹ء

(۲) استفتاء مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۸ اپریل ۱۹۲۹ء

(۳) استفتاء مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ اپریل ۱۹۳۴ء

(۴) موعظۃ للمتقین (قلمی غیر مطبوعہ نامکمل)

(۵) اختلاف سنی شیعہ (قلمی غیر مطبوعہ)

(۶) رفع الیدین کرنا خلاف حکم رسول ہے مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ اگست

۱۹۳۶ء

(۷) وہابیہ ہند کی تاریخ پر اجمالی نظر ایضاً

(۸) حقیقت مسیح از روئے بائبل ایضاً

(۹) مناظرہ سنی و شیعہ فی بنات الرسول الامین ایضاً

(۱۰) کیا وید شروع دنیا ہی سے ہیں ایضاً

(۱۱) عیسائی صاحبان کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء

رسائل علامہ آسی

(۱) حجاب الغیب کل صفحات ۱۶ (سن طباعت ندارد)

(۲) تذکرہ شاہ جیلان کل صفحات ۳۲ مطبوعہ ۱۹۳۵ء

(۳) براہین الحنفیہ لدفاع الفتنۃ النجدیہ کل صفحات ۸۰ (سن طباعت ندارد)

(۴) لمعہ تعقید بر نور توحید مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ نومبر ۱۹۳۸ء

تراجم علامہ آسی

(۱) قیام رمضان عشرون رکعۃ وھی صلوٰۃ التراویح رسالہ عربی اردو مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۴، ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء

(۲) العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ تصنیف لطیف حکیم الامت خواجہ محمد حسن جان سرہندی خند وسا ئیں داد سند متن عربی اردو ترجمہ از علامہ آسی مطبوعہ ۱۳۶۰ھ

(۳) ھدی الرسول والنعمان فی اثبات شرائط الجمعہ باوضح البرھان متن عربی تالیف

مولانا غلام حسن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (بھٹی چک شریف' گوجرانوالہ) یہ بزرگ حضرت آسی کے نانا تھے' اُردو ترجمہ معہ ضمیمہ جات' علامہ آسی' مطبوعہ ۱۳۳۱ھ

تالیفات علامہ آسی

(۱) وضع اطوار محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' مطبوعہ ۱۳۲۹ھ' کل صفحات ۴۸' اس کی ابتدا میں علامہ آسی کا مبسوط مقدمہ ہے' یہ کتاب حضرت مولانا غلام احمد (مدفون کولوتارڑ) کے پنجابی اور فارسی کلام کی شرح پر مشتمل ہے۔

(۲) هدی الرسول والنعمان فی اثبات شرائط الجمعہ باوضح البرهان' متن عربی' تالیف مولانا غلام حسن نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ' علامہ آسی نے نہ صرف اس کتاب کے عربی متن کا اُردو ترجمہ کیا بلکہ متن کی مناسبت سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت رسائل لکھے جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی' رسائل کے نام یہ ہیں۔

☆ لهنة الفیف فی بحث شرائط الجمعة بحسب الکم والکیف (عربی)

☆ الفرق بین المذهب والمشرب' کمابین المشرق والمغرب (عربی)

مطب الآسی

حضرت علامہ کی دو بیاضیں راقم ضمیر احمد آسی کے پاس محفوظ ہیں' علاوہ ازیں ایک مضمون ''گردن توڑ بخار'' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۲۱/ اپریل ۱۹۳۵ء بھی راقم کو ملا ہے۔

کلام آسی

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عربی' اُردو اور فارسی میں ملتا ہے' چنانچہ راقم کے پاس جو ذخیرہ ہے' ذیل میں اس کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اُردو

(۱) خیالات آسی' واقعات صلیبی پر ایک نظر' مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر' ۱۴ فروری تا ۷ اپریل ۱۹۴۲ء

(۲) مشرقی سے ایک اہم سوال اور اس ہواخواہوں سے جواب کا مطالبہ' مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام' بھیرہ' ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

(۳) رسالہ منظومۃ النحو اُردو، مطبوعہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

(۴) تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مکتوبات مجدّد الف ثانی، ۱۳۸۴ھ ص ۱۵

(۵) متفرقات

فارسی

(۱) قصیدۂ مدحیہ حضرت مولانا احمد سعید بیربلوی والد گرامی قدر خواجہ محمد عمر بیربلوی قدس سرہٗ مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۷۱

(۲) قطعۂ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضیٰ بیربلوی جد امجد محمد عمر بیربلوی قدس سرہٗ مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۶۶

(۳) قطعۂ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ بلحاظ تیاریٔ مقبرہ، از کشکول آسی

(۴) فرد بلحاظ مضمون بالا از کشکول آسی

(۵) قطعۂ تاریخ وفات خلف الرشید نبی بخش بن مولوی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ از کشکول آسی

(۶) قصیدۂ تاریخیہ تازیانہ نقشبندیہ، از کشکول آسی

(۷) قصیدۂ مدحیہ، از کشکول آسی

(۸) قیل فی انتقال صاحب الکمال مولانا مولوی واستاذی غلام احمد نور اللہ مرقدہٗ، از کشکول آسی

(۹) تاریخ وصال حضرت مولانا مرحوم، از کشکول آسی

(۱۰) رثا بر عنا وصال پرملال شیخ مٹھو صاحب نور اللہ مرقدہٗ، از کشکول آسی

(۱۱) متفرقات

عربی

(۱) مرثیہ مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بیربلوی)، مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۵۶

(۲) اشعار فی الاخ واخ الاب، از مکتوب گرامی حضرت علامہ آسی بنام خواجہ محمد عمر بیربلوی قدس سرہٗ

(۳) قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر
(۴) قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ الفقیہ امرتسر
(۵) متفرقات
(٦) بیاضات آسی

حضرت علامہ آسی نے حاصل مطالعہ کو تحریر میں لانے کے لیے بیاضیں بھی تیار فرمائیں ان کو کشکول آسی کا نام دیا' یہ کشکول چار جلدوں میں ہیں اور راقم ضمیر احمد آسی کے پاس موجود ہیں۔

نوٹ.... از حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

عزیز القدر میاں ضمیر احمد آسی سلمہ سے گزارش ہے کہ ماہنامہ الفیض امرتسر" ہفت روزہ اہل فقہ امرتسر" (جس کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد اخگر تھے) رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور اور دیگر رسائل واخبارات کو کھنگالنے کی ضرورت ہے' حضرت آسی نے اپنے استاذ مولانا غلام احمد صدر مدرس نعمانیہ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ (عربی) لکھا تھا' جو رسالہ انجمن نعمانیہ میں طبع ہوا تھا' مگر افسوس کہ یہ شمارہ میرے پاس محفوظ نہ رہ سکا' اور وہ سینکڑوں مضامین ومقالات جو انہوں نے اپنے نام کے بغیر یا کسی اور نام سے تحریر کئے ان کی نشان دہی بھی ضروری ہے' مثلاً آپ نے ایک طویل مضمون بدعات وھابیہ کے عنوان سے لکھا تھا جو علامہ فیاض الدین کے نام سے قسط وار شائع ہوتا رہا' یہ فیاض الدین کون تھے؟ یہ حکیم معراج الدین مرحوم ایڈیٹر الفقیہ کے فرزند ارجمند تھے جو اس مضمون کی اشاعت کے وقت شاید دس بارہ سال کے ہوں گے۔ (محمد موسیٰ عفی عنہ)

(مضمون "حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری" مضمون نگار میاں ضمیر احمد آسی' ماہنامہ مہر وماہ لاہور' شمارہ دسمبر ۱۹۸۰ء وجنوری ۱۹۸۱ء ص ۹ تا ۲۱)

مولانا شیخ محمد ابراہیم صائم چشتی امرتسری

اصل نام شیخ محمد ابراہیم' قلمی نام صائم چشتی' والد کا نام شیخ محمد اسماعیل تھا' آپ

۱۹۳۴ء میں پاک بھارت سرحد کے قریب گاؤں گنڈی ونڈ متصل سرائے امانت خاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے‘ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آئے‘ ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۵ء موضع رسول پور جٹاں ضلع شیخوپورہ میں مقیم رہے‘ مقامی طور پر دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ صرف ونحو کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

شعر وشاعری سے رغبت ابتدائی عمر سے ہی تھی‘ ۱۹۵۲ء میں باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا اور پیر وارث شاہ کی بحر میں شعر کہنا شروع کئے جو سیدنا غوث الاعظم کی شان میں تھے ۱۹۵۴ء میں پیر محمد علی شاہ چشتی صابری سے بیعت ہوئے اور شجرہ سلسلہ چشتیہ اُردو میں منظوم کیا‘ ۱۹۵۶ء میں فیصل آباد (لائل پور) آگئے‘ ایک عرصہ تک پنجابی بزم ادب کے سیکرٹری رہے‘ ۱۹۶۲ء میں چشتی کتب خانہ قائم کیا‘ ۱۹۷۳ء میں جامعہ رضویہ فیصل آباد سے دورہ حدیث کر کے دستار فضیلت حاصل کی‘ پنجابی اور اُردو کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں‘ ۱۴ شوال ۱۴۲۱ھ / ۲۲ جنوری ۲۰۰۰ء کو وفات پائی‘ ہر سال ۱۴ ارشوال کو جامع مسجد سیدنا حیدر کرار رحمت ٹاؤن غلام محمد آباد‘ فیصل آباد میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

(محمد سلیم چودھری‘ شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری‘ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء‘ ص ۱۶۴)

مولانا حافظ قاری محمد رفیق

زبدۃ الاتقیا مولانا حافظ قاری محمد رفیق ولد مولانا حافظ محمد صدیق بن مولانا حافظ خدا یار بن حافظ عبدالرحیم بن حافظ خدا بخش قوم زمیندار گوندل سے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء بمقام ٹونک میں ہوئی‘ شہر ٹونک میں آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید با تجوید حفظ کیا‘ والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنے وطن پنجاب ضلع سرگودھا میں بمقام کوٹ مومن تشریف لائے‘ پندرہ سال کی عمر تک زیر سایہ والدین رہے‘ ایک دن والد بزرگوار نے فرمایا کہ میاں محمد رفیق اگر تم علم پڑھو گے تو میں خوش ہو جاؤں گا ورنہ کبھی خوش نہ ہوں گا‘ آپ والد صاحب سے اجازت لے کر ملتان تشریف لے گئے‘ وہاں ایک مولوی صاحب سے ایک سال میں فارسی کتب پر عبور حاصل کیا‘ عربی کتابیں علاقہ دھن میں بمقام میکی ڈھوک کی ایک مشہور درس گاہ میں پڑھیں‘ پھر امرتسر میں موضع للیانی کے ایک مولوی

صاحب سے تعلیم حاصل کی' لاہور اور بھیرہ ضلع سرگودھا میں تدریس کی' پھر کوٹ مومن ضلع سرگودھا میں میاں روشن دین نوشاہی قادری سے بیعت ہوئے۔

آپ جن ایام میں امرتسر میں تھے' وہاں ایک مصری قاری شریف لائے ہوئے تھے' اُن سے علم قرأت حاصل کیا' قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے تھے' تیرہ سال تک امرتسر کے لوگ آپ کو رمضان شریف میں بلوا کر تراویح میں قرآن مجید سنتے رہے' آپ بڑے عابد و زاہد اور عبادت گزار تھے' طبیعت میں سخاوت بدرجہ کمال تھی۔

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ/ ۱۱ جولائی ۱۹۲۳ء کو بروز بدھ وصال ہوا' بمقام کوٹ مومن ضلع سرگودھا میں دفن ہوئے' ہر سال عرس ہوتا ہے۔

(شرافت نوشاہی' شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ دہم' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' ص ۲۶)

حضرت مفتی عبدالحفیظ حقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مفتی عبدالحفیظ حقانی ابن مولانا عبدالمجید آنولوی قدس سرہما ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں بریلی کے محلہ مداری دروازہ میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے وطن آنولہ میں حاصل کی' فارسی اور عربی کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی' بعض کتابیں مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ سے لکھنؤ میں پڑھیں' ۱۹۲۰ء میں مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی) کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے' ۱۹۲۴ء میں آپ کے والد ماجد نے مدرسہ منظرِ حق' بمقام ٹانڈہ ضلع فیض آباد (یو۔پی) میں اپنے پاس بطور مدرس بلالیا' ۱۹۲۶ء میں مدرسہ حمیدیہ بنارس میں صدر مدرس مقرر ہوئے' ۱۹۳۰ء میں بعض احباب کی درخواست پر قصور (پنجاب) چلے آئے' ۱۹۳۴ء میں انجمن تبلیغ الاحناف کی دعوت پر امرتسر تشریف لے گئے اور مسجد سکندر خاں ھال بازار میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے' اسی زمانہ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے آپ کا مناظرہ ہوا جس میں آپ کو واضح اور شاندار کامیابی ہوئی' ۱۹۳۶ء میں آپ امرتسر سے دہلی چلے گئے اور وہاں مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دھلی میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے' ۱۹۳۹ء میں جامع مسجد آگرہ (یو۔پی) کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے' ۱۹۵۵ء میں کراچی پاکستان ہجرت کر آئے' ۱۹۵۷ء میں جامعہ انوار العلوم ملتان

میں بحیثیت شیخ الحدیث مقرر ہوئے، مختلف موضوعات پر چودہ تصانیف یادگار ہیں، مولانا محمد حسن حقانی سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ آپ کے صاحبزادے ہیں، ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/ ۲۳ جون ۱۹۵۸ء کو وصال ہوا اور ملتان کے قدیمی قبرستان حسن پروانہ میں دفن ہوئے۔

(مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۰ تا ۲۱۴)

مولانا محمد دین غریب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابوالفضل محمد دین غریب قادری چشتی امرتسری، والد کا نام عنایت اللہ تھا، ضلع امرتسر کے ایک گاؤں فتح آباد میں ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے، ابتداء میں مڈل تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا لیکن بحیثیت پٹواری ملازمت نہ کی اور سکول ٹیچر بننے کے لیے ٹیچر ٹریننگ سکول میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۶ء میں ٹیچنگ کی سند حاصل کی۔

۱۹۱۱ء میں تلاش معاش کے لیے امرتسر شہر آئے، امرتسر میں حکیم معراج الدین مدیر ''الفقیہ'' نے آپ کی رہائش کا انتظام کیا، اور ایک سکول میں معمولی مشاہرہ پر تعلیم اطفال کی ملازمت مل گئی، امرتسر میں حضرت مولانا محمد عالم آسی علیہ الرحمہ کے علم کا شہرہ تھا، آپ نے ان سے اکتساب علم کیا، ظاہری علوم کے بعد باطنی علوم کی فکر ہوئی تو سلسلہ چشتیہ صابریہ بھیکیہ کے معروف بزرگ شاہ محمد فاروق حنفی رامپوری کی بیعت کی اور روحانیت میں کمال حاصل کیا، ۱۹۲۴ء میں جوتش، رمل، نجوم اور شاعری پر مشتمل ایک اخبار ''کشاف'' کے نام سے امرتسر سے جاری کیا، جس میں علم وادب کے ساتھ ساتھ روحانیت کے موضوع پر بھی مضامین شائع ہوتے تھے، آپ ایک جنتری بھی نکالا کرتے تھے، آپ شاعر بھی تھے اس فن میں عطاء اللہ شاہ بخاری اور علامہ حسین میر کاشمیری آپ کے شاگرد تھے، ہر ماہ اپنے پیر کا عرس کرواتے تھے جس میں سماع ضروری ہوتا تھا۔

جفر، رمل، نجوم اور ریاضی کے آپ ماہر تھے، اس وقت کے ریاضی کے بڑے بڑے پروفیسر ریاضی کے سوالات کے سلسلہ میں آپ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے، آپ نے ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۹ء تک ''منظور عالم'' جنتری شائع کی، آپ کی عمر عزیز کا زیادہ حصہ اسلامیہ ہائی سکول امرتسر میں گزرا۔

آپ طبعاً درویش صفت، حلیم الطبع اور شفیق انسان تھے، پنجابی شاعری میں آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں، آپ نے آٹھ مہینے صاحب فراش رہ کر ۳ر جولائی ۱۹۳۱ء کو قبل نماز جمعہ وفات پائی، امرتسر میں دفن کئے گئے۔

قطعہ تاریخ وفات مولانا محمد دین غریب.... از مولانا محمد عالم آسیؔ امرتسری

مرسلہ مکتوب حکیم محمد حسین عرشی امرتسری، بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری

''حضرت مولانا محمد عالم آسی استاد عربی مدرسۃ المسلمین نے نہایت شریں اور فصیح وبلیغ اشعار میں جناب مرحوم (مولانا محمد دین غریب رحمۃ اللہ علیہ) کے اوصاف بیان کئے ہیں اور بے نظیر مادہ تاریخ نکالا ہے، اُمید ہے کہ نکتہ شناساں عربیت اس کے مطالعہ سے حظ وافی حاصل کریں گے، حضرت آسی مدظلہ (اور اَب رحمۃ اللہ علیہ) مغتنمات روزگار سے ہیں، کاش ہماری جوہر ناشناس قوم آپ کو پہچانتی۔ (ایڈیٹر) یعنی عرشی

ان هذا الدهر والله عجیب
لم یفته من رئیس وغریب
قال اولانا النبی المصطفٰی
امثل الافراد فی الدنیا کئیب
کن غریبًا اوکما ضی منزلٍ
اوکمن لیس لهٗ فینا حبیب
کان مولانا الغریب مثله
مغربا مستغربا ذهن اللبیب
لظقه عذب فرات سائغ
لفظه ماالحیاة للغیب
فارسی النطق فی اشعاره
هندی الاشعار استاذ اریب
مرة قد کان یقضی فی النجوم
تارة فی الرمل والجفر یغیب

قد قضی اللہ بحجر النطق فی
رویۃ العین کذا القدر العصیب
فابتلی فی حرقتہ اعنی بہا
کل دکتور و وید وطبیب
اذبیوم الجمع سوئ رحلہ
قال آسی "فاز بالجدوی غریب"

۱۳۵۰ھ

خلاصہ مطلب

زمانہ عجیب ہے، جس سے کوئی نہ بچ سکا، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے: "اچھے لوگ غمگین ہی رہتے ہیں، مسافر و اجنبی کی طرح وقت گزارو" مولانا غریب علیہ الرحمہ ایسے ہی تھے، عجیب و غریب ذہین و خوش گفتار، زندگی بخش الفاظ، فارسی و ہندی شعر میں استاد، نجوم و رمل میں مشاق، تقدیر نے ان کو نطق و بصر سے محروم کر دیا، حرقتہ اللسان سے معالجین عاجز آ گئے، یوم جمعہ کو سفر کی تیاری کی، آسیؔ نے کہا: "غریب (مسافر) مقصد کو پہنچا" (واصل بحق ہوا)۔

(مکتوب مرسلہ حکیم محمد حسین عرشی امرتسری (متوفی ۱۹۸۵ء)، بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، محررہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۷ء) (محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۲۸۶)

مولانا حکیم عبدالخالق امرتسری

مولانا حکیم عبدالخالق ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، مقامی علماء کرام سے حصول علم کے بعد حکیم فیروز الدین طغرائی سے فن طب کے حصول میں مشغول ہو گئے، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم اور حکیم محمد حسین عرشی آپ کے ہم سبق تھے، یہاں تین سال گزارنے کے بعد ضلع جھنگ میں حکیم عبدالسلام کے پاس گئے اور ایک عرصہ ان کے پاس رہ کر طب کی تکمیل کی۔

۱۹۱۸ء/۱۳۳۶ھ میں راولپنڈی تشریف لائے اور مطب کا کام شروع کر دیا، ایک سال قیام کے بعد واپس امرتسر گئے اور پھر ایک سال بعد دوبارہ راولپنڈی میں مستقل قیام

فرمایا اور بڑی محنت سے مطب کو چلایا' چنانچہ بہت جلد آپ کو شہرت نصیب ہوئی اور مطب میں روزانہ کی حاضری چار سو تک پہنچ گئی' لوگ دور دراز سے آپ کے پاس علاج کے لیے آتے' اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں خصوصی شفا رکھی تھی' عوام تو عوام ملک کے ممتاز سول سرجن' میڈیکل افسران' نواب اور مہاراجگان آپ کے زیر علاج رہتے' ان لوگوں نے آپ کو بیش قیمت عطیات اور سونے چاندی کے تمغے دیئے' والیان کابل نے دیگر انعامات کے ساتھ ساتھ ''شاہی طبیب'' کا خطاب بھی دیا۔

آپ بڑے خلیق اور ملنسار تھے' مخیر ہونے کے باوجود شاندار اور مثالی اخلاق کے مالک تھے' طبیعت میں رعونت و تمکنت نام کو نہ تھی' علم و ادب اور شعر و سخن کا ذوق بھی رکھتے تھے' راولپنڈی کی ادبی محفلوں میں بڑے اہتمام سے شرکت کرتے' آپ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے' ۵۳ سال کی عمر میں ۱۹۴۶ء/ ۱۳۶۶ھ میں وفات پائی اور راولپنڈی میں دفن ہوئے۔

(شاہ حسین گردیزی' تجلیات مہر انور' مطبوعہ گولڑا' اسلام آباد ۱۹۹۲ء' ص ۴۱۱' ۴۱۲)

معراج دین معراجؔ امرتسری

اصل نام معراج الدین' تخلص معراج' صوفی معراج دین موضع چیمہ باٹھ ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے' حضرت سید برکت علی شاہ گیلانی خلچیانوی علیہ الرحمہ کے اخص الخواص مریدوں میں سے تھے' تدریس ان کا پیشہ تھا' تقسیم ہند کے بعد انہوں نے فیصل آباد میں رہائش اختیار کی' غالباً ۱۹۹۰ء میں قریباً ۷۵ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے' اپنے مرشد کی سوانح حیات بنام ''تجلیات برکت'' لکھی جو متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔

(محمد سلیم چودھری' شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء' ص ۲۹۷)

مولانا عبدالستار انصاری چشتی

مولانا حاجی محمد عبدالستار انصاری ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء کو بھارت کے گاؤں مہربان پورہ

(امرتسر) میں میاں مہنگا کے ہاں تولد ہوئے' ابتدائی تعلیم امرتسر ہی میں حاصل کی' جب آپ چھٹی جماعت میں تھے تو والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا' تحریک پاکستان کا دور آپ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں گزارا' امرتسر کی مسلم آبادی پر حملہ ہوا تو آپ اپنے اعزاء واقارب کے ساتھ ہجرت کر کے بحفاظت پاکستان پہنچے اور دیگر رشتہ داران کے ساتھ سرگودھا میں سکونت اختیار کی' ۱۹۵۲ء میں شہر حافظ آباد میں نقل مکانی کی' یہاں آپ کو حضرت مولانا محمد بشیر احمد چشتی گولڑوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۷۱ء) سے کئی برس فیضیاب ہونے کا موقع ملا' شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی علیہ الرحمہ سے ۱۲ر اگست ۱۹۵۷ء میں شرف بیعت حاصل کیا' تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء' تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء' تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں' سنی کانفرنس ملتان اور میلاد مصطفیٰ کانفرنس مصطفیٰ آباد میں شرکت کی' دینی وسماجی خدمات میں پیش پیش رہتے' ۱۵ اگست ۱۹۸۵ء کو حافظ آباد میں وصال فرمایا۔

(ملخصاً سوانحی کتابچہ حضرت مولانا عبدالستار انصاری' مرتبہ محمد یوسف حضوری' حافظ آباد)

مولانا محمد مہرالدین جماعتی امرتسری

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مہرالدین ولد چودھری روشن دین راجپوت کی ولادت ۱۹۰۰ء میں موضع خاصہ ضلع امرتسر میں ننھیال کے ہاں ہوئی' ابھی سال سوا سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا' آپ کے آباؤ اجداد سو سال قبل دوآبہ ضلع جالندھر سے نقل مکانی کر کے موضع جمال پور ضلع لاہور چلے گئے تھے' موضع لبان والا کے سکول میں چار جماعت ہی پڑھ پائے تھے کہ ۱۹۰۹ء میں والد ماجد کا انتقال ہوگیا' بھائیوں کے ساتھ مل کر کاشتکاری کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی قرآن مجید بھی پڑھنے لگے' ابھی قرآن پاک کا ایک پارہ پڑھا تھا کہ بڑے بھائی چودھری فضل دین بھی انتقال فرما گئے' اٹھارہ سال کی عمر میں ایک بھائی اور بہنوئی کے ساتھ مل کر زمینداری کا سلسلہ چلاتے رہے' پھر دو سال محکمہ راشن کے ساتھ منسلک رہے۔

عمر کے بیس سال بعد زندگی میں انقلاب آنا شروع ہوا اور آپ کے دل میں قرآن پاک کے معانی ومطالب کے حصول کا ذوق پیدا ہوا، ۱۹۲۱ء میں ملازمت ترک کر کے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اجمیر چلے گئے، لیکن اجنبیت کی وجہ سے دل نہ جما اور واپس آ گئے، واپسی پر مولانا صوفی غلام رسول سے موضع موچھل ضلع امرتسر میں قرآن مجید پڑھا، مدرسہ کریمیہ جالندھر میں مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالاحد سے ابتدائی علوم کی تحصیل کی، پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں بعض فنون کی کتب مولانا محمد ابراہیم، مولانا حبیب اللہ اور مولانا محمد چراغ سے پڑھیں، معقولات کی کتب حضرت مولانا مہر محمد جامعہ فتحیہ ہی میں پڑھیں، صحاح ستہ کا درس دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمہ اللہ اور مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہوری رحمہ اللہ سے لیا، اور یہیں سے ۱۹۲۹ء میں سند فراغت و دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مختلف مدارس دینیہ میں مسند تدریس پر فائز رہے، استاذ العلماء نے چند بلند پایہ تحقیقی کتب بھی تصنیف کیں جن میں ''تسہیل المبانی شرح مختصر المعانی'' مشہور ہے، امیر ملت حافظ پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا، آپ نہایت سادہ طبیعت، مخلص اور خلیق انسان تھے، بڑھاپے میں بھی اکثر پیدل چلتے، سینکڑوں کی تعداد میں شاگرد ہیں۔

آپ کا وصال ۵ نومبر ۱۹۸۷ء کو ہوا اور درگا میراں حسین زنجانی لاہور میں تدفین ہوئی۔ (محمد صدیق ہزاروی، تعارف علماء اہل سنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۳۳۵)

(پروفیسر محمد اسلم، وفیات اعیان پاکستان، مطبوعہ ندوۃ المصنفین سمن آباد لاہور، ص ۱۹۸۶ء)

مولانا غلام رسول گوہر

مولانا غلام رسول گوہر جماعتی ۱۹۱۰ء/۱۳۲۸ھ میں موضع اعوان تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا نام مولانا میاں فضل دین ولد مولانا محمد بوٹا ولد مولانا پیراں دتہ ہے، مولانا غلام رسول گوہر جب دو سال کے تھے تو آپ کو حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، بابا جی چوراہی نے آپ کے مونہہ میں روٹی کا

نوالہ ڈالا اور ان کے لیے عالم فاضل ہونے کی دعا فرمائی' آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا اور رمداس ضلع امرتسر کے مولوی فضل الرحمن سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں' پھر ایک سال بریلی شریف میں پڑھے' بعد میں مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں داخل ہو کر سند حاصل کی۔

آپ نے تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ سے بیعت کی' پھر موضع ستراہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ اور نکودر ضلع جالندھر میں خطابت کی' ۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۸ء تک محلہ استاد جموں کشمیر کی جامع مسجد میں خطیب رہے اور مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا' ۱۹۴۸ء میں جموں میں خطابت چھوڑ کر جامع مسجد محلہ کشمیریاں سیالکوٹ میں خطیب رہے' ۱۹۵۱ء میں مرشد کے کے حکم پر جامع مسجد میاں کالا' کوٹ عثمان خاں قصور میں خطابت کے لیے چلے گئے' پھر آخر دم تک یہیں رہے' آپ نے ۱۹۵۳ء میں قصور سے ماہنامہ ''مبلغ'' کا اجرا کیا جو چند سال جاری رہا' پھر ستمبر ۱۹۶۰ء میں ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' کا اجرا کیا' آپ کو علامہ سیماب اکبر آبادی سے بھی تلمذ حاصل تھا' اُردو' فارسی اور پنجابی میں شاعری بھی کی' ۷/۲ مارچ ۱۹۸۵ء/ ۴/رجب المرجب ۱۴۰۵ھ میں وفات ہوئی اور کوٹ غلام محمد خاں قصور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(میاں ظفر مقبول' امرتسری لکھیار۔ مطبوعہ بزم مولا شاہ لاہور ۲۰۱۸ء' ص ۳۱۵)

عبدالخالق گوہر سہروردی امرتسری

آپ ۲۴ جنوری ۱۹۲۴ء بروز جمعرات امرتسر میں پیدا ہوئے' آپ حضرت مفتی سید محمد جلال الدین شاہ صاحب کے منجھلے صاحبزادہ ہیں' ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی' والد ماجد کی رحلت کے بعد آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کی سجادہ نشینی کا شرف حاصل ہوا' سکول کی تعلیم کے بعد آپ نے محکمہ انہار میں ملازمت اختیار کرلی اور ۳۵ سال ملازمت کے بعد پنشن لے لی۔

پاکستان میں آپ نے حضرت شیخ سیّد قلندر علی سہروردی کے دست حق پرست پر بیعت کی' حضرت شیخ سیّد قلندر علی سہروردی چونکہ حکیم حاذق بھی تھے لہذا آپ نے ان سے

حکمت کی تعلیم بھی حاصل کی اور حکومت پاکستان سے بھی درجہ اوّل حکمت کی سند حاصل کی، آپ کا مطب بنام ''سہروردیہ دواخانہ'' سنت نگر لاہور میں واقع ہے، آپ علوم دینیہ اور علم تصوف میں اپنی مثال آپ ہیں، آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سیّد مفتی جلال الدین شاہ صاحب کی سوانح حیات پر ایک کتاب ''الجلال'' بھی تصنیف کی ہے۔

(محمد سلیم چودھری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۹)

حضرت حکیم محمد یوسف نقشبندی مجددی امرتسری

حضرت حکیم محمد یوسف نقشبندی مجددی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم کرم دین مرحوم، قوم جٹ بٹر ساکن فیروز والا ضلع گوجرنوالہ کے خلف الرشید تھے، آپ معروف طبیب حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۵۲ء) کے شاگردوں میں سے تھے، عربی ادب کی کتب مولانا محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۴۴ء) سے پڑھیں، آپ شیخ المشائخ مولوی سید محمد حسین نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کے خلفاء میں سے تھے، شجرہ طریقت اس طرح ہے، حضرت حکیم محمد یوسف، مرید حضرت مولوی سید محمد حسین، مرید حضرت مولوی خیر احمد، مرید حضرت مولوی احمد یار بخاری، مرید حضرت مولوی محمد شریف قندھاری، مرید حضرت شاہ احمد سعید، مرید حضرت ابوسعید، مرید حضرت شاہ غلام علی دہلوی، مرید حضرت مرزا مظہر جان جاناں، مرید حضرت سید نور محمد بدایونی، مرید حضرت خواجہ شیخ سیف الدین، مرید حضرت خواجہ معصوم، مرید حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی۔

۲۲ اپریل ۱۹۵۱ء کو ملتان میں وصال فرمایا، شاہی عیدگاہ سے دولت گیٹ جاتے ہوئے روڈ پر قبرستان میں مزار ہے، حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ آپ کے مزار کی لوح میرے برادر حکیم غلام قادر امرتسری (المتوفی ۱۹۷۵ء) نے بنوا کر نصب کروائی تھی۔ (مکتوب جناب متین کاشمیری لاہور، بنام خلیل احمد رانا، محررہ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۷ء)

حکیم فیروز الدین فیروز طغرائی امرتسری

حکیم الشعراء حکیم فیروز الدین احمد فیروزؔ طغرائی ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء میں کوچہ وکیلاں امرتسر میں پیدا ہوئے' والد گرامی میاں شمس الدین کشمیری پشمینہ کے تاجر تھے' شہر کے رؤسا میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

فیروز طغرائی کی عمر ابھی ڈیڑھ سال سے بھی کم تھی کہ والد گرامی کا انتقال ہوگیا' بڑے بھائی میاں شاہدین نے تمام جائیداد کو عیش وعشرت کی نذر کر دیا اور یوں لاکھوں روپوں میں کھیلتا ہوا خاندان کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگیا' والدہ ماجدہ نے نامساعدہ حالات کی وجہ سے حضرت فیروز طغرائی کو محلہ کی مسجد کے قاری کے سپرد کر دیا' قاری صاحب صاحب علم وفضل ہونے کے علاوہ بڑے متقی اور نیک نفس بزرگ تھے' اُن کے فیضان صحبت سے حضرت طغرائی نے سال ڈیڑھ سال کے اندر ہی قرآن مجید ختم کر لیا اور دینیات کی چند ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لیں' غرض کہ دس سال کے اندر آپ نے دینیات کی وہ تمام ابتدائی کتابیں ختم کر لیں جن کا پڑھنا ایک مسلمان بچے کے لیے نہایت ضروری ہے' لیکن یہ سلسلہ یہیں ختم نہ ہوا' حالات کی نامساعدت اور مالی مشکلات کے باوجود آپ کے شوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف تو رفوگری کا کام کرتے اور دوسری طرف شہر کے برگزیدہ اور سربرآوردہ اصحاب علم وفضل کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب علم کرتے تھے' چنانچہ آپ نے ترجمہ قرآن مجید علامہ ابوزبیر مفتی غلام رسول قاسمی امرتسری (المتوفی ۱۹۰۲ء) سے درساً پڑھا' علامہ مفتی غلام رسول قاسمی نے اپنے ہونہار شاگرد کی فطانت وذکاوت طبع کو دیکھ کر اپنے ارشد تلامذہ کی صف میں جگہ دی۔

اسی زمانے میں آپ نے منطق' فلسفہ اور الٰہیات کی چند ابتدائی کتابیں حاجی غلام محمد صاحب مولوی فاضل اور مولانا حکیم شمس الدین کاکڑی سے پڑھیں اور علم وادب میں مولوی عبداللہ خاں کاکڑی سے استفادہ کیا' اور دیگر علوم متداولہ کی تکمیل حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری سے کی' ابتداء ہی سے آپ کی طبیعت کا میلان طب کی طرف بہت زیادہ تھا' چنانچہ اس فن کی تکمیل کی خاطر شہر امرتسر کے مشہور ومعروف ڈاکٹر علامہ حکیم غلام رسول

(المتوفی ۱۹۳۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ''شرح العلامات والاسباب'' اور نفیسی پڑھیں، انہی ایام میں منشی شرف الدین سے کتابت بھی سیکھی، فارسی، اُردو اور پنجابی میں شاعری بھی کی، اخبار ''وکیل'' امرتسر کی ادارت اور تہذیب الاخلاق کے ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔

آپ کے حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جس سے ایک مرتبہ ملاقات ہوجاتی، عمر بھی اس سے قطع تعلق نہ کرتے، آپ نے امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۵۱ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی، اپنے مرشد کے دل وجان سے والہ وشیدا تھے، آپ کی وفات ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۳۱ء بروز اتوار صبح کو ہوئی۔ (محمد صادق قصوری، شیدایان امیر ملت، مطبوعہ برج کلاں قصور ۱۹۹۸ء ملخصاً)

حضرت حکیم محمد حسین بدر چشتی امرتسری

شمس الاطباء حضرت حکیم محمد حسین بدر چشتی امرتسری ۲۰؍جون ۱۹۲۲ء کو موضع بھوما وڈالا ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، عربی، فارسی اور طب کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، میٹرک کا امتحان ہائی اسکول مجیٹھہ (ضلع امرتسر) میں پاس کر کے ایف اے، مسلم اورینٹل کالج امرتسر سے پاس کیا، بی اے کی ڈگری علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کی، دوران تعلیم ہی تحریک پاکستان میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا، ۱۹۵۳ء میں ڈیرہ نواب صاحب (بہاولپور) میں جدید شفا خانہ کے نام سے مطب قائم کیا، آپ کو خدمت عوام الناس کا بے حد شوق تھا، آپ نے ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کی خدمت کی، مستحق اور نادار لوگوں کا مفت علاج کرتے، مسکینوں کی مالی امداد فرماتے، طبی ودینی کتب کی لائبریری قائم کی، آپ کو بزرگان دین سے دلی لگاؤ تھا، آپ صوفی مسلک کے دلدادہ اور مداح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، میلاد پاک کی محفلوں میں ذوق وشوق سے شرکت فرماتے، حضرت شیخ سید اکرام حسین چشتی سیکری کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں بیعت ہوئے، تصانیف میں ''سات ستارے'' اور ''منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے'' (چار حصے) مشہور ہیں، ۳؍صفر المظفر ۱۴۰۷ھ/ ۸؍اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ڈیرہ نواب صاحب (بہاول پور

)میں رحلت فرمائی‘ ڈیرہ نواب صاحب میں خانقاہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں تدفین ہوئی‘ آپ کے ہونہار لائق فرزند اکبر حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی آپ کے جانشین ہیں۔

(ہفت روزہ الہام‘ بہاولپور‘ شمارہ ۲۸ ر ستمبر ۱۹۸۷ء‘ ص ۵)

حکیم ابوالریاض معراج الدین احمد امرتسری

حکیم معراج الدین احمد بمقام امرتسر ۷ ‘ اپریل ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے‘ آپ کے والد حکیم میاں ابراہیم امرتسری کا شمار اپنے وقت کے کہنہ مشق و تجربہ کار نامور طبیبوں میں ہوتا تھا‘ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو بعارضہ مراق البطن امرتسر میں رحلت فرمائی‘ ابتداء میں حکیم معراج الدین احمد نے محکمہ نہر میں ٹھیکیداری کی‘ پھر اپنے والد سے فن طب و حکمت بھی حاصل کیا‘ جب حکمت شروع کی تو آپ کا شمار اچھے طبیبوں میں ہونے لگا‘ ایک اچھے طبیب ہونے کے باوجود آپ کا میلان طبع صحافت کی طرف زیادہ رہا‘ کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ موجودہ حالات میں ملک وملت کی خدمت صحافت کے ذریعے بہتر طور پر کی جا سکتی ہے‘ آپ نے اوائل میں متعدد اخبارات ورسائل نکالے جن میں ہفت روزہ ”الفقیہ“ ”رفیق صادق“ ”کامریڈ“ ”ماہنامہ“ الراعی“ لاہور‘ ماہنامہ ”حنفی“ امرتسر‘ ہفتہ وار ”راعین“ میگزین امرتسر قابل ذکر ہیں‘ آپ نے مسلم لیگ کی حریف جماعت کانگرس کے خلاف ایک پرچہ ہفت روزہ ”ہنٹر“ امرتسر جاری کیا‘ جس میں کانگرس اور ہندوں کے مسلمانوں کے متعلق مکروہ عزائم کو بے نقاب کیا جاتا تھا‘ آپ نے اس وقت کی ضرورت کے تحت اکالی دل سکھوں کی ایک جماعت کے خلاف بھی محاذ بھی قائم کیا اور ایک اخبار بنام ”تھیہ سوٹا“ جاری کیا‘ آپ نے مسلمانوں کی مکالف ہر جماعت کا مردانہ وار مقابلہ کیا‘ اور سچائی اور صداقت کو کسی بھی حالت میں پس پشت نہ ڈالا‘ آپ نے اپنی زندگی عظمت اسلام کی بحالی کے لیے وقف کر رکھی تھی‘ آپ نے دوبار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

انگریزوں سے آزادی کے صحافتی قافلے میں ہفتہ وار اخبار ”الفقیہ“ امرتسر کا نام سرفہرست ہے‘ یہ اخبار ۷ جولائی ۱۹۱۸ء سے نومبر ۱۹۴۸ء تک مسلسل حکیم ابوالریاض معراج الدین احمد کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا‘ اس اخبار کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قرارداد

پاکستان ۱۹۴۰ء کی منظوری کے بعد اس کی پیشانی پر اس کے مقام اشاعت (امرتسر) کے ساتھ پاکستان کے الفاظ بھی قیام پاکستان تک لکھے جاتے رہے، گو اس دور میں "نوائے وقت"، "زمیندار" اور "احسان" کے علاوہ درجنوں اخبارات شائع ہوتے تھے، لیکن یہ شرف "الفقیہ" کو نصیب ہوا کہ اس نے سب سے پہلے پاکستان کے الفاظ اپنی پیشانی پر کندہ کئے، الفقیہ کے ایڈیٹر ابوالریاض معراج الدین احمد نے مسلم لیگ کی آواز پر لبیک کہہ کر اپنے اخبار کی پیشانی "پاکستان" کے سنہری الفاظ سے سجائی تو پاکستان لکھنے سے اس پرچے کے ہزاروں خریداروں نے پرچے کا بائیکاٹ کر دیا اور قائداعظم اور مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر ناگواری کا اظہار کیا، گو اس سے الفقیہ کے مالک و مدیر ابوالریاض معراج الدین احمد کو سخت مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔

حکیم ابوالریاض معراج الدین احمد ایڈیٹر الفقیہ نے ہمیشہ مسلمانوں کو ایک قوم کی حیثیت سے متحد ہونے کی تلقین کی، انہوں نے اپنی تحریروں میں واضح کیا کہ مسلمانوں کا دین تہذیب رسم و رواج غرضیکہ زندگی کا ہر پہلو ہندوؤں سے الگ ہے اور مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل قیام پاکستان ہے۔

حکیم معراج الدین احمد، مشہور عالم دین پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے مرید تھے، آپ ہر سال محرم الحرام میں مولانا محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کی معیت میں بمبئی تشریف لے جاتے تھے، جہاں محرم الحرام کے پہلے دس دن بہت بڑے مذہبی اجتماع منعقد ہوا کرتے تھے، حکیم صاحب "انجمن راعیان ہند" کے بانیوں میں سے تھے، آپ انجمن کے ماہنامہ "الراعی" لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے، آپ نے سب سے پہلے کتاب "تاریخ راعیاں" تصنیف کی، حکیم صاحب کا شمار امرتسر کے صاحب حیثیت لوگوں میں ہوتا تھا، آپ نے امرتسر میں سات پختہ مکانات اور زرعی زمین کے علاوہ بیس ہزار کتب و رسائل پر مشتمل اپنا بڑا کتب خانہ چھوڑ کر ہجرت کی تھی، علاوہ ازیں تقریباً پچاس ہزار روپے مالیت کا اخباری کاغذ بھی آپ کو وہیں چھوڑنا پڑا، سپرنٹنڈنٹ پولیس امرتسر نے اپنی جیپ میں حکیم صاحب کو ان کے گھر سے نکال کر امرتسر ریلوے اسٹیشن پر چھوڑا تھا، جہاں سے تین

روز بعد آپ بذریعہ ریل لاہور آ گئے، امرتسر میں لاکھوں کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد چھوڑ کر آنے والے حکیم صاحب نے کچھ بھی الاٹ نہ کرایا، آپ کا صاحبزادہ فیاض الدین احمد واپڈا میں ملازم ہے اور کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، حکیم صاحب نے باسٹھ سال کی عمر میں درد گردہ کے باعث ماہ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء میں بمقام لاہور میں وفات پائی اور قبرستان میانی میں حمید نظامی اور شورش کاشمیری کے مرقد کے بالمقابل کچھ فاصلہ پر مدفون ہوئے۔ (تحریر اختر بیگم ایم اے، مرسلہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور بنام راقم خلیل احمد رانا، محررہ ۲ نومبر ۱۹۹۶ء۔ ماہنامہ جماعت، امرتسر، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۲۴ء، ص ۴۳)

حکیم غلام قادر چشتی نظامی امرتسری

حکیم غلام قادر بن حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری ۱۹۰۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم امرتسر ہی میں مکمل کی، طب کی کتب اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ، مولانا محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۴۴ء) اور مسیح الطب حکیم غلام جیلانی امرتسری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۸۱ء مدفون راولپنڈی) سے پڑھیں۔ علم وادب سے شغف، حکمت وطبابت میں مہارت، تصوف وروحانیت میں کمال اور کفر وضلالت کے مقابل نبرد آزما ہونا آپ کو ورثہ میں ملا تھا، کٹڑہ جیمل سنگھ امرتسر سے چوک ڈھولا والا کے درمیان کا علاقہ ہندو تنظیم آریہ سماج کا مرکز تھا، انہوں نے اس بازار کا نام "بازار شردھانند" رکھا، گستاخ رسول شردھانند کو غازی عبدالرشید علیہ الرحمہ نے دہلی میں جہنم واصل کیا تھا، چنانچہ حکیم غلام قادر علیہ الرحمہ کا مطب امرتسر شہر کے چوک فرید سے چوک پشم والے علاقے کے درمیان تھا، انہوں نے اس بازار کا نام "بازار غازی عبدالرشید" رکھ دیا اور ایک نمایاں بورڈ لکھوا کر اپنے مطب پر آویزاں کیا، جو اِن کی دینی حمیت کا ثبوت تھا۔

(غازی عبدالرشید شہید بگراس ضلع بلند شہر (یوپی) کے رہنے والے تھے جو دہلی میں رہائش پذیر تھے، دہلی میں آریہ سماج کے شردھانند نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو اس نوجوان غازی عبدالرشید نے شردھانند کا قصہ پاک کرنے کی ٹھان لی، غازی عبدالرشید دہلی سے افغانستان روانہ ہوا اور وہاں سے ایک پستول خرید لایا، وہ موقع کی

تلاش میں تھا' قدرت نے اسے جلد ہی موقع فراہم کر دیا' ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو شردھانند دہلی میں اپنے مکان پر موجود تھا کہ غازی عبدالرشید ریوالور لے کر دن دہاڑے اس کے آشرم میں جا پہنچا اور شردھانند کو للکار کر چھ گولیاں اس ملعون کے سینے میں اُتار دیں' شردھانند کے قتل سے ہندوؤں میں صف ماتم بچھ گئی' جب کہ مسلمانوں نے بے انتہا خوشی کا اظہار کیا' غازی عبدالریشد نے ابتدائی کاروائی میں ہی قتل کا اعتراف کرلیا' عدالت نے غازی عبدالرشید کو ۱۴ نومبر ۱۹۲۷ء کو پھانسی کی سزا دی' ملت اسلامیہ نے اپنے اس قابل فخر سپوت کو شہید اسلام اور عاشق رسول کا خطاب دیا۔)

حکیم غلام قادر علیہ الرحمہ نے آریوں اور مرزائیوں کے خلاف ایک اخبار ''دُرہ محمدی'' بھی امرتسر سے جاری کیا' آپ مولانا محمد عالم آسی علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر کے ایڈیٹر حکیم معراج الدین امرتسری (المتوفی ۱۹۴۸ء مدفون لاہور) کے معاون خصوصی رہے' ''الفقیہ'' میں آریوں اور مرزائیوں کے خلاف آپ کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے' ردّ قادیانیت کے سلسلے میں مسلمانوں کے جو اجتماعات قادیان ضلع گورداسپور میں ہوا کرتے تھے' آپ ان میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے' آپ کی بیعت طریقت فرید العصر میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۵ء مدفون درگاہ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ' پاک پتن) سے تھی۔

آپ کے ذاتی کتب خانہ میں جس کے بانی ان کے والد گرامی تھے' مختلف موضوعات پر بیس ہزار کتابیں تھیں' جسے ۱۹۴۷ء کے فسادات میں ہندوؤں نے نذر آتش کر دیا' قیام پاکستان کے بعد آپ نے امرتسر سے نقل مکانی کر کے ملتان شریف میں سکونت اختیار کی' ملتان میں حکیم محمد یوسف نقشبندی (المتوفی ۱۹۵۱ء)' مولانا حامد علی خاں رامپوری (المتوفی ۱۹۸۰ء)' علامہ عتیق فکری (المتوفی ۱۹۸۶ء) اور مولانا نور احمد خاں فریدی مورّخ (المتوفی ۱۹۹۴ء) سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ آپ نے حسین آگاہی چوک ملتان میں ایک ادارہ ''دارالاشاعت علوم اسلامیہ'' قائم کیا' اس ادارہ نے کئی اہم کتابیں شائع کیں' ان میں ''مجربات فخر الاطباء'' مرتبہ ومترجم حکیم جلال الدین امرتسری (المتوفی ۱۹۴۸ء)' صفحات ۱۱۳' مطبوعہ ۱۹۶۰ء ''تذکرہ آسی'' مرتبہ حکیم غلام قادر چشتی

امرتسری' صفحات ۳۲' مطبوعہ ۱۹۵۷ء ملتان اہم کتابیں تھیں' برصغیر پاک و ہند کے نامور طبیب امام الحکمت دفن حکیم امام الدین پاک پتنی علیہ الرحمہ (مصنف کتب کثیرہ و شاہی طبیب مہاراجہ رندھیر سنگھ' کپور تھلہ) کے سلسلہ تلمذ کا شجرہ مرتب فرما کر شائع کیا' آپ کا ایک اور علمی کارنامہ یہ بھی ہے کہ حضرت حکیم حیدر علی بجنوری علیہ الرحمہ کی نادر و نایاب قلمی بیاض (فارسی) بنام "مطب حیدری"' صفحات ۵۰ نقل کر کے ۱۹۵۹ء میں مکمل کی' یہ بیاض حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے' علم طب میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں' آپ کا سلسلہ تلمذ وسیع ہے' آپ کا وصال ۲۸ / جون ۱۹۷۵ء کو ملتان میں ہوا اور قبرستان حضرت حسن پروانہ رحمۃ اللہ علیہ میں دفن ہوئے' آپ کے ایک صاحبزادے اور جانشین حضرت حکیم محمد ابراہیم علیہ الرحمہ تھے۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور' شمارہ اکتوبر' نومبر ۲۰۰۰ء' خصوصی نمبر' مضمون "حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان"' مرتبہ خلیل احمد رانا' ص ۳۴۱' ۳۴۲)

حکیم حاجی محمد ابراہیم امرتسری

حکیم حاجی محمد ابراہیم بن حکیم غلام قادر امرتسری علیہ الرحمہ ۱۹۲۷ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے' آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کی' قرآن مجید ناظرہ بابائے قرأت قاری کریم بخش امرتسری (المتوفی ۱۹۶۲ء مدفون لاہور) سے پڑھا' عربی' فارسی' صرف و نحو کی کتب مفتی عبدالرحمن ہزاروی مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر (المتوفی ۱۹۴۷ء) سے پڑھیں' کتب طب اپنے والد ماجد اور دادا جان سے پڑھیں' آپ ایم اے او ہائی اسکول میں بھی زیر تعلیم رہے اور بالخصوص مولانا محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا' آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ ہی مطب کرتے تھے اور علمی ادبی کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے' ۱۹۴۷ء میں امرتسر سے ہجرت کر کے اپنے والد ماجد کے ساتھ حسین آگاہی ملتان میں مقیم ہوئے اور یہاں بھی سلسلہ طبابت و طباعت جاری رکھا' آپ بہت اچھے طبیب اور صوفی منش تھے' ۱۹۸۳ء میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی' ۱۹۸۴ء میں آپ پاک پتن شریف میں اپنے چچا حکیم محمد شمس الدین علیہ الرحمہ کے گھر

نزیل تھے، یہیں ۱۴ دسمبر ۱۹۸۴ء/ ۱۴۰۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا، درگاہ احاطہ حضرت خواجہ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے چچازاد بھائی حکیم غلام فرید ابن حکیم محمد شمس الدین علیہ الرحمہ کی قبر کے متصل دفن ہوئے، حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حکیم محمد ابراہیم کو علامہ محمد عالم امرتسری علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، حضرت حکیم محمد ابراہیم علیہ الرحمہ نے ۹۵ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''تذکرہ مشائخ نقشبندی مجددی'' ترتیب دی تھی جسے ادارہ عالیہ حسین آگاہی ملتان نے شائع کیا تھا۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور، شمارہ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۰ء، خصوصی نمبر، مضمون ''حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان'' مرتبہ خلیل احمد رانا، ص ۳۴۳)

حکیم محمد نورالدین چشتی امرتسری

حکیم محمد نورالدین بن حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری علیہ الرحمہ یکم ستمبر ۱۹۱۳ء/ ۲۷ شعبان ۱۳۳۱ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت دس بجے صبح امرتسر میں پیدا ہوئے، ایم اے او ہائی سکول امرتسر سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد عربی، فارسی اور دینی علوم کی تعلیم حاصل کی، اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں، والد ماجد حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری، مولانا مفتی عبدالرحمن امرتسری، مولانا محمد عالم آسی امرتسری، حکیم عبدالخالق نقشبندی ہوشیار پوری، مسیح الطب حکیم غلام جیلانی امرتسری۔

۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے طبیہ کالج سے حکیم حاذق کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، ۱۹۴۱ء میں منشی فاضل اور ۱۹۴۲ء میں ادیب فاضل پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا، مولانا محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمہ سے زبدۃ الحکماء اور مولوی فاضل کا مکمل نصاب پڑھا، امتحانات کا ارادہ کر چکے تھے کہ مولانا محمد عالم آسی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک کتاب میں خود آ کر تمہیں پڑھایا کروں گا، اس کے لیے تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ انہوں نے باقاعدگی سے آپ کے والد ماجد کے مطب پر تشریف لا کر تقریباً ۱۸ پارے قرآن کریم مع ترجمہ وتفسیر پڑھائے تھے کہ صاحب فراش رہ کر واصل بحق ہوئے، مولانا آسی کے وصال کی بنا پر یہ فیضان رُک گیا اور پھر امتحانات بوجہ ملتوی

ہو گئے' تا آنکہ آپ تحریک پاکستان میں منہمک ہو گئے۔

آپ اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے ارشاد پر حضرت میاں علی محمد خاں چشتی نظامی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے' قیام پاکستان کے بعد لاہور سے ہوتے ہوئے ملتان تشریف لے گئے' وہاں سے اپنے مرشد طریقت کے فرمان کے مطابق ۱۹۴۸ء میں بورے والا ضلع وہاڑی میں منتقل ہو گئے' یہاں بھی حصول علم وفن اور خدمت خلق کا سلسلہ جاری رہا' ۱۹۵۱ء میں پنجاب ایگری کلچرل کالج فیصل آباد سے فروٹ اینڈ ویجی ٹیبل پریزرویشن کا کورس کیا' ہومیو پیتھک میں خصوصی مہارت پیدا کی' ۱۹۸۱ء میں جدید عربی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے اللسان العربی کا امتحان نمایاں حیثیت سے پاس کیا۔

آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں' محمد احمد مان' حکیم محمد حامد مان چشتی' محمد سعید الدین مان' محمد مزمل اللہ مان' محمد تجمل خالد مان' یہ تمام صاحبزادے حضرت میاں علی محمد خاں چشتی علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔

تصانیف میں قرابا دین قادری (فارسی) کا اُردو ترجمہ' اس کے قدیم اوزان مثقال' درہم وغیرہ کو اعشاری نظام میں ترتیب دیا' اس کے علاوہ ''علاج الاطفال'' کے نام سے بچوں کے لیے ایک مفید کتاب لکھی' ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/۱۹ جولائی ۱۹۸۲ء بروز پیر وفات پائی' بورے والا ضلع وہاڑی کے بڑے قبرستان میں محوخواب ابدی ہیں۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور' شمارہ اکتوبر' نومبر ۲۰۰۰ء' خصوصی نمبر' مضمون ''حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان'' مرتبہ خلیل احمد رانا' ص ۳۴۴-۳۴۵)

حکیم محمد شمس الدین چشتی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد شمس الدین بن حکیم فقیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ۱۹۲۰ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم امرتسر کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی' ایم اے او ہائی سکول امرتسر میں پڑھنے کے بعد مفتی عبدالرحمن امرتسری سے عربی فارسی کی کتب پڑھیں' پھر اپنے والد محترم سے اکتساب علم کیا' علامہ محمد عالم آسی امرتسری سے علمی استفادہ کے علاوہ طب کی کتاب

''حمیات قانون'' بھی پڑھی' ۱۹۴۴ء میں طبیہ کالج لاہور ملحقہ پنجاب یونیورسٹی سے حکیم حاذق کا امتحان پاس کیا اور دوسری پوزیشن حاصل کی' حضرت میاں علی محمد خاں چشتی نظامی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے' ۱۹۴۷ء میں امرتسر سے ہجرت کر کے پاک پتن شریف میں قیام کیا' خوش نویسی میں مشہور خطاط منشی مہر دین نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۶۷ء مدفون لاہور) کے تلمیذ تھے' حضرت میاں علی محمد خاں علیہ الرحمہ کے استاد محترم مولانا دین محمد علیہ الرحمۃ کی قبر کا کتبہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر قوال جو غزل پڑھتے ہیں: ''من نیم واللہ یار امن نیم'' حکیم شمس الدین کی مکتوبہ ہے اور مزار بابا فرید علیہ الرحمہ میں آویزاں ہے' جن دنوں خطاط بے عدیل حافظ محمد یوسف سدیدی (المتوفی ۱۹۸۶ء) پاک پتن شریف میں حضرت میاں علی محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی خطاطی کر رہے تھے تو ان دنوں میں ان کا قیام حکیم صاحب کے ہاں تھا' چنانچہ حکیم صاحب نے حافظ سدیدی صاحب سے بھی خطاطی کی اصلاح لی اور بطور یادگار ان سے ایک قلم بھی بنوایا۔

حکیم صاحب مسجد موج دریا واقع خانقاہ حضرت گنج شکر پاک پتن کے منتظم بھی تھے' اس مسجد کے متصل آپ نے ایک لائبریری مسعودیہ علویہ بھی قائم کر رکھی تھی' اس کے علاوہ زائرین مزار بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمہ کی خدمت' پاک پتن شہر کی مساجد و مزارات کی دیکھ بھال خصوصاً مزار اقدس خواجہ عبدالعزیز مکی علیہ الرحمہ اور ملحقہ مسجد کا کام بھی کرایا' پاک پتن شہر کے بازاروں کے نام بھی آپ ہی نے رکھے' پاک پتن شریف میں درگاہ شریف سے متصل بازار جس میں آپ کا مطب بھی تھا' اس بازار کا کوئی نام نہیں تھا' آپ نے فرمایا: اجمیر شریف میں درگاہ بازار ہے' لہٰذا ہم اس کو ''درگاہ بازار'' کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

آستانہ حضرت گنج شکر اور مسجد موج دریا کے باہر ریلوے ٹائم ٹیبل خود لکھ کر لگواتے تاکہ زائرین کو سہولت رہے' میاں زبیر احمد ضیائی سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم صاحب کی خدمات کے سلسلے میں بیان فرمایا کہ وہ جب پاک پتن شریف میں قیام پذیر ہوئے تو یہاں سٹریٹ لائٹ کا انتظام نہ تھا' چنانچہ عرس کے دنوں میں حکیم شمس الدین

صاحب روشنی کے لیے گیس رکھواتے تاکہ مسافروں کو کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے عرس کی تقریبات شروع ہونے سے پہلے سارے پاک پتن شریف کی مساجد کے دستی پمپ درست کرواتے اور تمام مساجد کی گھڑیوں کو بھی درست کرواتے۔

آپ کا انتقال ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ/ ۱۴ جون ۱۹۹۳ء کو ہوا' قبرستان خواجہ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ (پاک پتن کے جوار رحمت میں دفن ہوئے' آپ کے صاحبزادے حکیم سدید الدین صاحب پاک پتن میں آپ کا مطب چلا رہے ہیں۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور' شمارہ اکتوبر' نومبر ۲۰۰۰ء' خصوصی نمبر' مضمون ''حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان'' مرتبہ خلیل احمد رانا' ص ۳۴۶)

حکیم محمد جلال الدین امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد جلال الدین بن حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری علیہ الرحمہ' ۱۹۲۱ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے' ایم اے او ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت میں پاس کیا' مفتی عبدالرحمن امرتسری مدرس مدرسہ نعمانیہ واقع مسجد شیخ بڈھا امرتسر سے علوم دینیہ کی تحصیل کی' عربی پڑھنے کے لیے علامہ محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمہ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا' خوش نویسی امرتسر کے مشہور خطاط بابائے نیچر وپیتھی حکیم مہر دین نقشبندی مجددی (مدفون لاہور) سے سیکھی' حضرت سائیں علی بخش امرتسری (مدفون کامونکی' ضلع گوجرانوالہ) خلیفہ بابا شیخ مستقیم چشتی علیہ الرحمہ مدفون موضع کا کڑ منج ضلع امرتسر جو علم کیمیا' سیمیا' ریمیا اور موسیقی کے بڑے ماہر تھے' حکیم محمد جلال الدین صاحب کے ان سے بڑے گہرے روابط تھے اور یہ دونوں حضرات گھنٹوں ان موضوعات پر تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔

حکیم صاحب نے حضرت میاں علی محمد خاں چشتی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی' آپ ایک اچھے طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی' اُردو اور پنجابی میں مشق سخن بھی کرتے تھے' تحریک پاکستان کے سرگرم رکن رہے' قیام پاکستان کے بعد لاہور آگئے اور مختصر قیام کے بعد اپنے بڑے بھائی حکیم محمد شمس الدین علیہ الرحمہ کے ہمراہ پاک پتن شریف چلے گئے اور وہاں ''جلالی دواخانہ'' کے نام سے ایک دواساز ادارہ قائم کیا' اپنے

والد ماجد حکیم فقیر محمد چشتی علیہ الرحمہ کی فارسی بیاض کا اُردو ترجمہ کیا جو ''مجربات فخر الاطباء'' کے نام سے دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی، آپ نے عالم شباب میں بہ عمر ۲۸ سال مورخہ ۲۰ ر جمادی الثانی / ۳۰ راپریل ۱۹۴۸ء بروز جمعہ انتقال فرمایا، حضرت مولوی حاجی عبدالرحیم موذن نے غسل دیا اور حضرت میاں علی محمد خاں قدس سرہٗ نے درگاہ حضرت گنج شکر قدس سرہٗ میں نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عبداللہ شاہ ولی علیہ الرحمہ ابن حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کے جوار میں دفن ہوئے۔ (ماہنامہ جہان رضا لاہور، شمارہ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۰ء، خصوصی نمبر، مضمون ''حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان''، مرتبہ خلیل احمد رانا، ص ۳۴۸)

حکیم محمد موسیٰ چشتی قادری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد موسیٰ بن حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ صفر ۱۳۴۶ھ / ۲۷ اگست ۱۹۲۷ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، قرآن کریم ناظرہ قاری کریم بخش امرتسری سے پڑھا، فارسی اور عربی گرائمر کی تعلیم مفتی عبدالرحمن ہزاروی امرتسری سے حاصل کی، پھر علامہ محمد عالم آسی امرتسری علیہ الرحمہ سے استفادہ کیا، والد ماجد مولانا حکیم فقیر محمد چشتی سے بھی علم طب اور مثنوی مولانا روم کے کچھ اسباق پڑھے، ۱۹۳۸ء میں میاں علی محمد خاں چشتی نظامی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے، ۱۹۷۴ء میں قطب مدینہ شیخ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے، حضرت ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے خلافت سے نوازا، مدینہ منورہ کے اور بزرگوں سے بھی اجازتیں ملیں، علم وادب کی خدمت کرتے ہوئے ۱۷ ر نومبر ۱۹۹۹ء کو لاہور میں وفات پائی، حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ قبرستان، مقابر چشتیاں میں مدفون ہوئے، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ مرکزی مجلس رضا کا قیام ہے، جس سے آپ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے افکار وعقائد کو دنیا اسلام میں پھیلایا۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور، شمارہ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۰ء، خصوصی نمبر، مضمون ''حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان''، مرتبہ خلیل احمد رانا، ص ۳۴۸)

ڈاکٹر حکیم غلام مرتضیٰ امرتسری

ڈاکٹر حکیم غلام مرتضیٰ بن حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری علیہ الرحمہ، ۱۷ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے (آپ کے پاسپورٹ پر تاریخ پیدائش ۱۷/۱ اکتوبر ۱۹۴۱ء درج ہے) آپ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے چھوٹے بھائی تھے اور مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے، ہومیوپیتھک کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، یونانی علم طب انہیں وراثت میں ملا۔ رجسٹرڈ طبیب اوّل تھے۔

جرمن، فرنچ اور انگلش زبانوں کو خوب جانتے تھے، ۴ر جمادی الاوّل ۱۴۱۸ھ/ ۶ر اکتوبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں وفات پائی، قبرستان حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ میں "احاطہ مقابر چشتیاں" میں آسودہ خاک ہوئے۔ (ماہنامہ جہان رضا لاہور، شمارہ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۰ء، خصوصی نمبر، مضمون "حکیم محمد موسیٰ اور ان کا خاندان"، مرتبہ خلیل احمد رانا، ص ۳۴۹)

حکیم عبدالواحد چشتی امرتسری

لاہور کے مشہور طبیب، چشتی دواخانہ نسبت روڈ کے بانی اور حکیم عبدالباسط کے والد بزرگوار حکیم عبدالواحد، آپ حضرت میاں علی محمد چشتی نظامی علیہ الرحمہ سجادہ نشین بسی نو (ہوشیار پور) مدفون پاکپتن شریف سے بیعت تھے، حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کے والد ماجد حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید تھے، وفات ۱۵ شوال ۱۳۹۹ھ/ ۸ ستمبر ۱۹۷۹ء بروز ہفتہ، قبرستان میانی صاحب میں محوخواب ابدی ہیں۔

عرشی امرتسری اور نظیر لدھیانوی نے تاریخ ہائے وفات کہیں۔

قطعہ تاریخ از عرشی امرتسری

نیک خو چشتی شد از دار فنا
روئے خود از مردم دنیا نہفت
بہر حال رحلتش کردم چو فکر

نطق ہاتف "نیک خو چشتی" بگفت

۱۳۹۹ھ

قطعہ تاریخ از نظیر لدھیانوی

دارِ فانی سے گئے سوئے بہشت
عبد واحد نیک دل حاذق طبیب
کیوں نہ چشتی کو بہشتی ہم کہیں
ہے بہشت اور چشت میں رشتہ عجیب
ہے خدائے پاک غفار وغفور
شافعِ محشر ہیں اللہ کے حبیب
سالِ رحلت اس طرح کہہ دے نظیر
اہلِ دل اے چشتی جنت نصیر

۱۳۹۹ھ

(پروفیسر محمد اسلم' خفتگانِ خاک لاہور' مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور' ۱۹۹۳ء' ص ۲۹۰)

میر ولی وارثی امرتسری

جناب میر ولی وارثی امرتسر (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے' سلسلہ عالیہ وارثیہ میں بیعت سے مشرف ہوئے' آپ شعروشاعری سے کافی ذوق وشوق رکھتے تھے' آپ نے نظم و نثر دونوں میں کتابیں لکھیں' ان کتابوں میں معاشرتی برائیوں اور سماجی نقائص کو منظر عام پر لایا گیا ہے' آپ امرتسر کے ایک معزز گھرانے کے فرد تھے' اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور امرتسر کے سربرآوردہ اہل علم کے تلامذہ میں سے تھے' دینی اور عربی علوم استاذ الکل حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری سے حاصل کئے' فن شاعری میں حکیم الشعراء فیروز الدین فیروز طغرائی سے فیض یاب ہوئے' تقسیم ملک کے بعد لاہور میں موہنی روڈ پر قیام پذیر رہے' غالباً ۱۹۹۰ء میں وفات پائی۔ (میاں عطاء اللہ ساگر وارثی' تذکرہ شعرائے وارثیہ' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء' ص ۱۸۷)

ڈاکٹر پیر محمد حسن امرتسری

علم اسماء الرجال کے امام، ممتاز ماہر تعلیم، عظیم دانشور، صوفی، عربی زبان وادب کے بے مثال عالم، ادیب، مترجم، حضرت پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد حسن ۸ رمارچ ۱۹۰۴ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، ۱۹۲۱ء میں ایم، اے، او ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کیا، ۱۹۲۷ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فاضل عربی کیا، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۳۰ء میں ایم اے اور طلائی تمغہ حاصل کیا، ۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے فارسی کیا، ۱۹۳۸ء میں پی ایچ ڈی کی، پنجاب یونیورسٹی سے مشرقی زبانوں (عربی) میں اولین پی ایچ ڈی حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا، موضوع تحقیق ''نزھۃ الارواح وروضۃ الافراح'' کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ تھا، آپ کے مشہور اساتذہ میں علامہ ابودراسۃ محمد عالم آسی امرتسری کا نام نمایاں ہے، ۱۹۳۰ء میں سناتن دھرم کالج لاہور سے تدریسی کام کا آغاز کیا، ۱۹۴۰ء میں ملتان تبادلہ ہوا، ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) میں تقرری تھی، ۱۹۴۸ء میں لائل پور (فیصل آباد میں تقرری ہوئی، گورنمنٹ کالج چکوال اور راولپنڈی میں بھی استاد رہے، ۱۹۵۵ء میں گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ میں پرنسپل مقرر ہوئے، ۱۹۵۷ء میں پرنسپل گورنمنٹ کالج سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی مقرر ہوئے، اور راولپنڈی میں سکونت رکھی، مارچ ۱۹۵۹ء میں محکمہ تعلیم سے بطور پرنسپل ریٹائرڈ ہوئے، ۱۹۶۴ء میں اسلامی یونیورسٹی بہاول پور میں شیخ الادب کے عہدے پر بھی فائز رہے، ریٹائرڈ ہونے کے بعد بھی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رہا، علم وفضل اور درویشی وبے نیازی میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ (پیش لفظ، حیات جاوداں، از ڈاکٹر پیر محمد حسن، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ھ)

دنیا بھر میں عربی زبان کے سکالر کی حیثیت سے معروف تھے، بحر العلوم علامہ محمد عالم آسی امرتسری کے شاگرد تھے، زندگی کے آخری لمحات تک لکھنے پڑھنے سے شغف رہا۔

مولانا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے مولانا مرحوم کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا، ان کے بارے میں جو کچھ لوگوں

نے لکھا ہے اس کے کچھ حصے کا مطالعہ کیا ہے اور اس قدر مطالعہ سے جو رائے میں نے ان کی ذات باصفات کے بارے میں قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے دیوبندی مخالفین میں سے کوئی بھی ان کے لگے کا نہ تھا' چہ بلحاظ علم' چہ بلحاظ تقویٰ و پرہیزگاری اور چہ بلحاظ ایک ادیب کے' القصہ وہ ہر پہلو اور ہر لحاظ سے مخالفین پر بھاری تھے' ان کے بارے میں صرف یہ کہہ دینا کہ وہ عبقری (Genius) تھے' کافی نہیں بلکہ اس سے بھی اوپر تھے''۔

(محمد مرید احمد چشتی' خیابان رضا' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء' ص ۵۳)

ایک مرتبہ ایک صاحب نے لاہور سے انہیں خط لکھا کہ آپ بعض دیوبندی علماء کی کفریہ عبارتوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں' آپ نے جواب میں جو خط تحریر فرمایا وہ درج ذیل ہے۔

ڈاکٹر پیر محمد حسن

الیف/۸۰۶ سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

۱۳ دسمبر ۱۹۹۶ء

جناب کاشف صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خط ملا' خط کے طور بتلا رہے ہیں کہ کسی صاحب نے آپ کو میرے خلاف بھڑکایا ہے' خدا انہیں راہ راست دکھائے اور نور ایمان سے سرفراز کرے۔

میں درازیٔ عمر اور بیماری کے باعث لکھ نہیں سکتا' آپ نے تین دیوبندیوں کی تین عبارتیں نقل کی ہیں اور ان پر میری رائے معلوم کرنا چاہی ہے' علماء اہل سنت کی ٹھوس آراء کے ہوتے ہوئے اور کوئی رائے قبول نہیں ہو سکتی' علماء اہل سنت نے واضح دلائل کے ساتھ ایسی عبارات کو کفر اور قائل کو کافر قرار دیا ہے اور علماء حجاز نے ان کی تصدیق کی ہے' میرے نزدیک اسی قدر کافی ہے اور لکھ سکتا ہوتا تو ضرور لکھتا' عمر اور بیماری لکھنے نہیں دیتی۔

والسلام

محمد حسن

(کتاب عقائد اہل سنت و جماعت' مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۹۹۸ء' ص آخری ٹائٹل)

تصانیف

''حیاتِ جاوداں''۔ یہ کتاب 'روح' حیات بعد الممات اور حیات الانبیاء پر مستند اور مفصل کتاب ہے' پہلا اڈیشن ۱۹۵۹ء میں راولپنڈی سے پانچ سو کی تعداد میں چھپا' دوسرا اڈیشن ادارہ المعارف نعمانیہ لاہور سے ۱۹۸۹ء میں ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔

''الرسائل القشیریہ''۔ مقدمہ ۳۰ صفحات' عربی متن ۸۰ صفحات' اُردو ترجمہ ۷۶ صفحات' عربی متن اور ڈاکٹر پیر محمد حسن کے ترجمہ کے ساتھ مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی نے ۱۹۶۴ء میں شائع کئے' اس میں ''شکایۃ اہل سنت' کتاب السمع' ترتیب السلوک فی طریق اللہ'' رسائل شامل ہیں۔

''التعرف لمذہب اہل تصوف''۔ از امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب النجاری الکلاباذی (التوفی ۳۸۰ھ)' مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن' صفحات ۲۶۴' ادارہ المعارف لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کی۔

''خزینہ معارف 'ترجمہ الابریز''۔ از علامہ احمد بن مبارک سلجماسی (التوفی ۱۱۵۶ھ)' مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن' صفحات ۸۰۶' ادارہ ناشران قرآن اُردو بازار لاہور نے ۱۹۸۰ء میں شائع کی۔

''رسالہ قشیریہ''۔ از امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری (التوفی ۴۶۵ھ)' مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن' صفحات ۹۲۵' ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔

''کتاب اللمع فی التصوف''۔ از شیخ ابونصر سراج (التوفی ۳۸۹ھ)' مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن' صفحات ۶۹۶' ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی۔

ان کے علاوہ تراجم میں ''بلوغ الادب'' چہار جلد اور ''العباب'' کو ایڈٹ کیا۔

کافی عرصہ علیل رہ کر ۹۵ سال کی عمر میں ۸ر اگست ۱۹۹۹ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔

(تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے: سہ ماہی فکر و نظر' اسلام آباد' جلد ۲۹' شمارہ ۴' اپریل/ جون ۱۹۹۲ء' شوال' ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ)

الحاج قاری محمد طفیل نقشبندی امرتسری

حضرت الحاج قاری محمد طفیل نقشبندی مجددی ولد حاجی عبدالرحمن، ۱۹۰۳ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کے مرید تھے، ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ بروز جمعرات کراچی میں وفات پائی، حسن سکوائر قبرستان کراچی میں مدفون ہوئے۔ راقم خلیل احمد نے ایک مرتبہ جامعہ انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت پر ان کی زیارت کی تھی، بہت مشہور قاری تھے، جلسہ کی ایک نشست میں تلاوت بھی کی تھی، درمیانہ جسم اور قد لمبا تھا، رحمۃ اللہ علیہ۔

(احمد بدر اخلاق، تذکرہ مشائخ ارائیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۳۵)

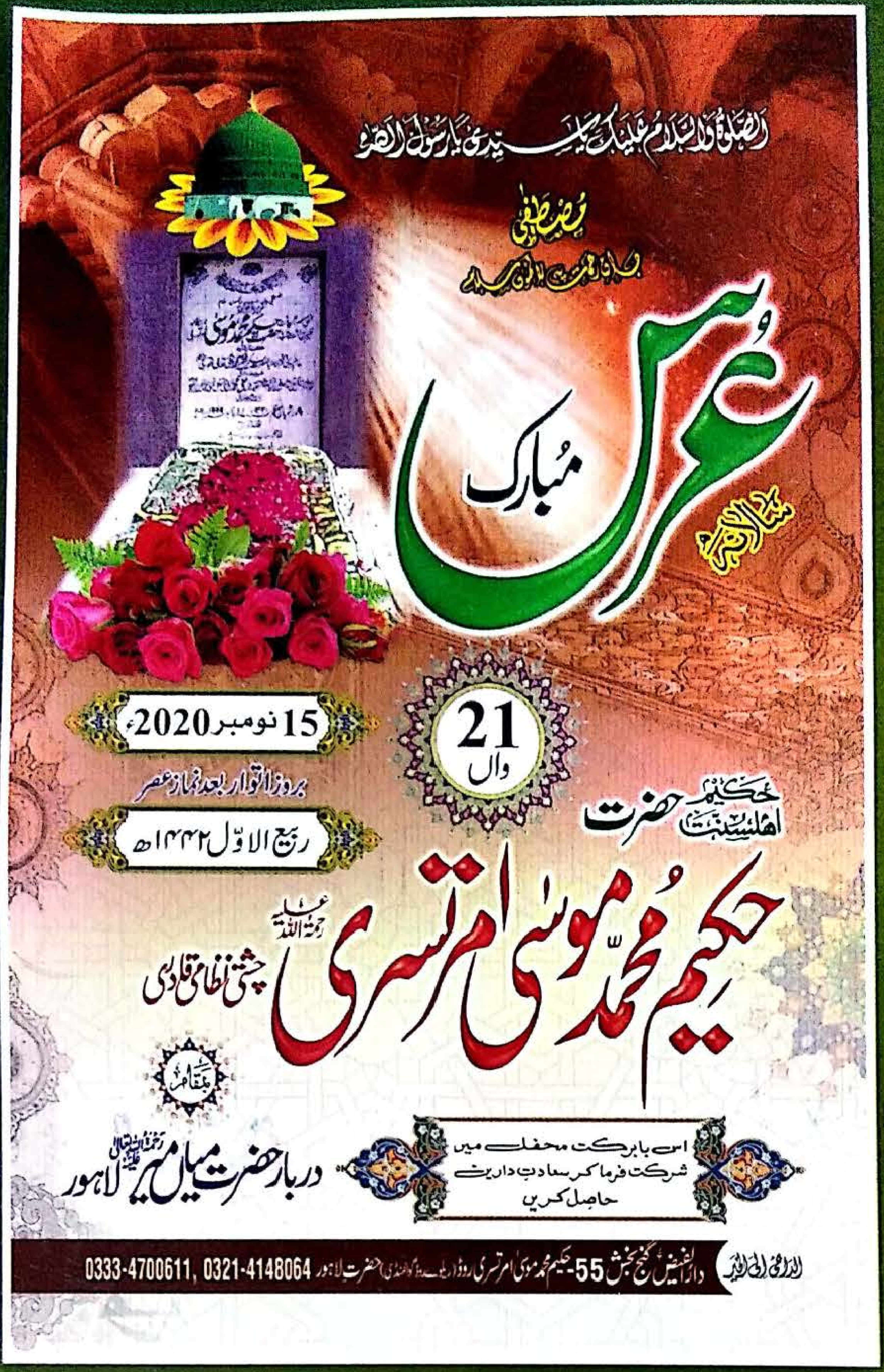
الحاج لطیف احمد چشتی امرتسری

الحاج لطیف احمد چشتی کی ولادت ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء بروز جمعۃ المبارک کو بمقام کاکڑ افغاناں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہوئی، سکول کی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم و بیعت کا شرف اپنے دادا شیخ محمد مستقیم چشتی علیہ الرحمہ سے حاصل کیا، تحریک پاکستان میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے، آپ کی خدمات کے پیش نظر آپ کو امرتسر کی ضلعی مسلم لیگ کا جوائنٹ سیکرٹری اور ورکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کیا گیا، ۱۹۴۳ء میں تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کو دو دفعہ جیل جانا پڑا، مسلمانان کشمیر کی خدمت کے لیے جمعیت العلماء پاکستان نے جو وفد تشکیل دیا اس وفد کے سربراہ آپ ہی تھے جو ساز و سامان لے کر کشمیر گیا، ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت بھرپور حصہ لیا، اور اس کی پاداش میں ایک سال جیل کاٹی، ۱۹۵۶ء میں آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا خازن مقرر کیا گیا، کامونکی شہر میں خدمت خلق کے کام کئے اور گیارہ سال تک میونسپل کمیٹی کامونکی کے ممبر رہے، ان کاموں کی وجہ سے آپ کامونکی منڈی کی مقبول ترین شخصیت تھے۔

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے آپ کو ۲۷ مرتبہ بیت اللہ اور بارگاہ نبوی کی حاضری

نصیب ہوئی، ۲۲ مارچ ۱۹۹۷ء کو حج بیت اللہ کی سعادت کے لیے روانہ ہوئے، حج سے قبل ایک ۱۲۔ ۱۳ روز مدینہ منورہ میں حاضری رہی، حج سے ایک روز قبل میدان منیٰ میں آتشزدگی کے حادثہ میں زخمی ہوئے، زخمی حالت میں ارکان حج ادا کئے، مناسک حج مکمل ہونے کے بعد پھیپھڑوں میں تکلیف ہوگئی، جس کی بنا پر مکہ مکرمہ کے النور ہسپتال میں داخل کرادیا گیا، ۲۷ اپریل ۱۹۹۷ء بروز اتوار صبح سحری کے وقت خالق حقیقی سے جا ملے، ۲۸/اپریل کو بعد نماز فجر مکہ مکرمہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ شمارہ جون ۱۹۹۷ء، ص ۱۷)



دارالفیض گنج بخش

لاہور